درس حدیث

محمد اظہر مدنی

روزہ صبر اور خود احتسابی کا درس دیتا ہے

روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے جس کی فرضیت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ احادیثِ نبویہ میں روزے کی افادیت، فضیلت اور روحانی برکات کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے... ''اور ان میں رمضان کے روزے کا ذکر بھی فرمایا۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ محض ایک نفلی عبادت نہیں بلکہ دین کی بنیادوں میں شامل ہے۔ جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا مستحق بنتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہشات اور کھانا پینا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے۔'' اس حدیث سے روزے کی انفرادیت ظاہر ہوتی ہے۔ دیگر عبادات میں ریاکاری کا امکان ہوسکتا ہے، مگر روزہ ایک ایسی پوشیدہ عبادت ہے جس کا حقیقی علم صرف اللہ کو ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا اجر بھی اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کرم کے مطابق عطا فرماتا ہے۔ روزہ انسان کے باطن کی اصلاح اور تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص روزہ رکھتے ہوئے جھوٹ بولنا اور برے کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کا مقصد محض بھوک اور پیاس برداشت کرنا نہیں بلکہ اخلاق کی اصلاح اور کردار کی پاکیزگی ہے۔ روزہ انسان کو صبر، برداشت، اور خود احتسابی کا درس دیتا ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ روزہ قیامت کے دن بندے کے لیے شفاعت کرے گا۔ روزہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے اسے دن میں کھانے اور خواہشات سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اس سے روزے کی اخروی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ قیامت کے دن جب ہر شخص کو اپنی نجات کی فکر ہوگی، روزہ اپنے رکھنے والے کے لیے سفارشی بن کر سامنے آئے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ جب وہ داخل ہوجائیں گے تو وہ دروازہ بند کردیا جائے گا اور کوئی دوسرا اس سے داخل نہ ہوگا۔ یہ خصوصی اعزاز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ داروں کا مقام نہایت بلند ہے۔

روزہ گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بھی ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کا مہینہ تزکیۂ نفس اور گناہوں سے پاک ہونے کا سنہری موقع ہے۔ شرط یہ ہے کہ روزہ خلوصِ نیت اور کامل ایمان کے ساتھ رکھا جائے۔ روزہ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے وار سے بچاتی ہے، اسی طرح روزہ انسان کو گناہوں اور جہنم کی آگ سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب بندہ روزے کی حالت میں ہوتا ہے اور کوئی اسے برا بھلا کہتا ہے یا لڑائی کی کوشش کرتا ہے تو وہ کہے: ''میں روزہ دار ہوں۔'' اس تعلیم میں اخلاقی تربیت اور معاشرتی اصلاح کا پہلو نمایاں ہے۔ صحیح مسلم میں یہ بھی روایت ہے کہ ابنِ آدم کا ہر عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، مگر روزہ خاص طور پر اللہ کے لیے ہے۔ اس کا اجر بے حساب ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی جزا کا اندازہ انسانی عقل سے ماورا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور رحمت کا مظہر ہے۔ مزید برآں، روزہ روحانی سکون اور قلبی اطمینان کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ افطار کی خوشی ظاہری اور فوری ہوتی ہے، جب کہ آخرت کی خوشی دائمی اور حقیقی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ان تمام احادیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ روزہ محض عبادت نہیں بلکہ ایک جامع تربیتی نظام ہے۔ یہ انسان کو صبر، تقویٰ، اخلاص اور ہمدردی کا درس دیتا ہے۔ بھوک اور پیاس کے ذریعے انسان کو غریبوں کی حالت کا احساس ہوتا ہے، جس سے اس کے اندر سخاوت اور رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے رمضان میں صدقہ و خیرات کی کثرت بھی سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ روزہ ایک عظیم عبادت، گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ، جنت میں خصوصی مقام کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا اہم وسیلہ ہے۔ اگر مسلمان خلوص، تقویٰ اور سنت کے مطابق روزے رکھے تو وہ نہ صرف اپنی روحانی اصلاح کرسکتا ہے بلکہ دنیا و آخرت کی کامیابی بھی حاصل کرسکتا ہے۔ روزہ درحقیقت بندے اور رب کے درمیان ایک خاص تعلق کا مظہر ہے، جو ایمان کو تازگی بخشتا اور زندگی کو نورِ ہدایت سے منور کرتا ہے۔

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
رمضان اور قرآن کا باہمی ارتباط	۷
روزہ کے فضائل	۱۰
رمضان المبارک کے فضائل واحکام	۱۲
مختصر فقہِ صیام	۱۷
رمضان المبارک اور اس میں کیے جانے والے اہم اعمال	۲۰
رمضان المبارک کے روزے کے بیس اہم فائدے	۲۱
تراویح چند ایام میں ختم کرنے کی روش: لمحۂ فکریہ	۲۵
جماعتی خبریں	۳۰
اعلان داخلہ	۳۱
اپیل	۳۲

بدلِ اشتراک
سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
www.ahlehadees.org ویب سائٹ
jaridahtarjuman@gmail.com ترجمان ای میل
jamiatahlehadeeshind@hotmail.com جمعیت ای میل

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

رمضان کا پیغام
صیام وقیام اور قرأت قرآن کا اہتمام

یوں تو کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ”لڑکپن کھیل میں کھویا، جوانی نیند بھر سویا، بڑھاپا دیکھ کے رویا، جو سووت سو کھووت ہے، جو جاگت ہے سو پاوت ہے“۔ یہ بھی ایک طرح کا سچ ہے کہ ”اب نہیں تو کب“؟ اور ”گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں۔ عقلمند جانتے ہیں اور اہل ایمان کی پیدائش ہی اس پر ہوتی ہے کہ شام وسحر کے منتظر نہ ہوں۔ ”اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء “(بخاری)۔ بچپن زندگی کا سب سے سہانا، نرالا اور قوت عمل والا وقت ہوتا ہے۔ جیسے بچہ پروان چڑھتا ہے ویسے ہی وہ آگے بڑھتا ہے۔ اس کی دنیوی اور اخروی وابدی زندگی اس کی صالحیت وصلاحیت اور جوانی کی عبادت کی مرہون منت ہے۔ سچ کہا کسی نے ”کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون “جیسی زندگی گذاروگے موت ویسی ہی آئے گی اور خاتمہ بھی اسی کی روشنی میں خیر وشر والا ہوگا۔ جیسی موت مروگے ویسے ہی اٹھائے جاؤگے اور پھر ویسا ہی پھل پاؤگے۔ پوری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر مرحلہ قیمتی، لائق قدر، باعث سزا وجزا اور باعث محاسبہ ہے۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

حدیث قدسی میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”یا عبادی “اے میرے بندو! سنو غور کرو، ذرا میری محبت اور انصاف اور اپنائیت والے خطاب باصواب پر عمل پیرا ہوجاؤ۔ تمہاری بہی خواہی اور کامیابی ہم کو عزیز ہے اور ہم اسی کے تم سے طالب ہیں۔ بلا کسی غرض ومطلب بے لوث تم سے محبت کرتے ہیں اور تمہارا ہی بھلا چاہتے ہیں۔ تم سے جو ہمیں محبت، چاہت، لگاؤ اور رحمت ومودت ہے، ساری دنیا چاہ کر بھی نہیں رکھ سکتی۔ رحیم وحنون مائیں اور شفیق وکریم باپ، تم پر لاکھوں سختی کرے اور بسا اوقات زیادتی کرے، وہ یہ سب بتقاضائے بشریت تمہاری محبت میں ہی کرتا ہے۔ تو پھر بھلا بتاؤ جو ارحم الراحمین ہے، تمہارا حقیقی خالق ومالک ہے اور ہر سانس کا مالک ومحافظ بلاشرکت غیرے ہے، وہ تمہیں کتنا چاہتا ہوگا؟ وہ تو احد، صمد اور غنی وبے نیاز ہے۔ وکیل اور حقیقی کارساز ہے۔ ہوسکتا

ہے کہ تمہارے ماں باپ کسی وقت تمہاری محبت کے بدلے اور اپنی ان قربانیوں کو جو تم پر نچھاور کرتے ہیں، کے عوض تم کو بڑھاپے کی لاٹھی سمجھتے ہوں، یا کمزوری میں سواری وسہارا گمان کرتے ہوں۔ مگر وہ اللہ جل جلالہ،عم نوالہ وعز شانہ تم سے جس عبادت کے طالب ہیں، اس سے بھی ان کا ذرہ برابر نفع نہیں پہنچتا۔ چاہے سارا عالم اور پورے سنسار کے انس وجن، سب انتہائی درجے کے نیک اور حقیقی صالح بن کر عبادت کریں تو ذرہ برابر اس اللہ کی خدائی اور ملک میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ ’’انما هي اعمالكم احصيها لكم ‘‘(مسلم) تمہارے اعمال کو ایک ایک کرکے، گن گن کر کے اور سینت سینت کے تمہارے لیے ہی تو رکھتا ہوں۔ میرا اس سے کیا لینا دینا؟

ان تمام کے باوجود اللہ جل شانہ کی شان کریمی دیکھیں کہ اس نے انسان کے لیے ایک ایسا ماہ مبارک عطا فرمایا ہے جو واقعی مومن کی زندگی میں آنے سے پہلے انقلاب برپا کردیتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک جوش وجذبہ موجزن ہوتا ہے، اس کی انتظار کی گھڑیاں سخت سے سخت ہوتی چلی جارہی ہیں۔ وہ اپنے رب سے آسرا لگائے دعا ومناجات ’’اللهم بلغنا الى رمضان ‘‘ اے اللہ تعالیٰ! تو ہمیں رمضان المبارک کے لمحات میسر عطا فرمادے، کرتا اور کہتا رہتا ہے۔ وہ ابھی سے توبہ واستغفار، ابتہال وتضرع، انابت اور ریاضت میں مشغول ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ وہ رمضان میں اپنے گناہوں کی معافی، اللہ جل شانہ کے انعام واکرام اور رضا وخوشنودی کا دل وجان سے خواستگار وطلبگار رہتا ہے۔

رمضان صیام وقیام کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں حصول ثواب کی نیت سے دن میں روزے رکھنے اور رات میں قیام کرنے اور تراویح پڑھنے کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے۔ ’’من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه‘‘ (بخاری) ’’جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے گئے۔‘‘

اور ’’من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه ‘‘ (بخاری) ’’جس نے رمضان کی رات میں (راتوں کو) ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے گئے۔‘‘

ماہ رمضان مواسات ومساوات کا مہینہ اور رحمت ومغفرت کا ضامن ہے، اس میں صبر واستقامت کا درس اولین ہے۔ اللہ جل جلالہ کی رضا کی خاطر، آخرت کی کامیابی کے لیے اور اپنے رب کے دیدار اور ملاقات کے لیے وہ دن بھر جسمانی وروحانی مکمل نظم وضبط کا حامل ہوتا ہے اور اپنے اوپر مکمل کنٹرول رکھتا ہے۔ اس لیے وہ بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ اپنی پیاری اور حلال بیوی سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے۔ رمضان کے دنوں میں وہ کسی بھی طرح اس سے زن وشو کا معاملہ نہیں کرتا۔ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں، بے کسوں اور بھوکوں کے درد کو اپنے دل کے اندر محسوس کرتا ہے۔ جسم وجان سے ان کے کرب اور شدت بھوک وپیاس کو محسوس کرکے ان کے لیے تڑپنے لگتا ہے۔ ہر طرح کی برائیوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اور وہ ہر طرح کے صدقہ وخیرات اور حسب حیثیت بذل وانفاق کرتا ہے کہ کم از کم خوش ذوقی اور خوش دلی سے وہ لوگوں کا دل جیت لے اور صدقہ کرنے کا ثواب حاصل کرلے۔

میرے قارئین کرام! یہ رمضان المبارک کا مہینہ، قرآن کریم کا مہینہ ہے۔ ’’شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ‘‘(البقرہ:۱۸۵) ’’رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا‘‘۔ لیلۃ القدر‘‘ جو شب قدر، شب برأت ومغفرت اور عفو ودرگذر والی رات ہے اور جو ہزار راتوں سے بہتر ہونے کا شرف رکھتی ہے۔ اسی میں قرآن نازل ہوا ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے، ان کے قلب وجگر اور ذہن کی صفائی وتطہیر کے لیے، رحمت وسکون کے لیے، تدبر وتفکر کے لیے، رشد وہدایت کے لیے۔ اسے بلاغ مبین، کتاب مبین، قرآن عظیم، ذکریٰ للعالمین کہا گیا وعید وعذاب سے تنذیر وتذکیر کے لیے اور دینی ودنیوی اور اخروی ہر طرح کی بھلائی واچھائی کے لیے۔ اب ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کی تلاوت کماحقہ کرے، وہ لسان عربی مبین میں ہے اس لیے اس کی رعایت سے قرأت کرے، تجوید وتزئین وتحسین صوت اور تغنی اور فنی خوبیوں کے ساتھ اس کی تلاوت اس طرح کرے جیسے جبرئیل علیہ السلام، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قراء عظام کرتے تھے۔ تمام اسلاف کا مزاج اس پر عمل کرنے، غور کرنے اور اس کو پڑھانے اور چہار دانگ عالم میں پھیلانے کا تھا ان سب میں جدوجہد کرے۔

قرآن پڑھتے وقت ہر قاری یہ تصور کرے کہ وہ کس سے ہم کلام ہے۔ کس سے محو گفتگو ہے۔ کلام کرنے والا اس سے کیا چاہتا ہے۔ کن باتوں کے کرنے کا حکم دے رہا ہے اور کن باتوں سے روک رہا ہے۔ کیوں کہ وہی ہمارے نفع و نقصان کو جانتا ہے اور وہی اس پر عمل پیرا ہونے کا طریقہ بھی بتائے گا۔ ہر حکم، ہر آیت، ہر واقعہ اور ہر مسئلہ کے بارے میں وہ غور کرے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے، سننے والے سے کیا چاہتا ہے۔ آخر لاکھوں سال بعد قرآن جیسی مقدس کتاب میں آخری امت اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تخلیق آدم ’’إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ‘‘ کی تلاوت کے کیا معنی ہیں؟ اگر ہم

اس پر غور نہیں کرتے اور اس سے استفادہ نہیں کرتے کہ فرشتوں سے رب نے کیا فرمایا اور فرشتوں نے کیا جواب دیا اور اس کا پھر جواب کیا ملا؟ اور فرشتوں نے لاجواب ہوکر اعتراف تقصیر کیسے کیا؟ پھر آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ کا حکم الٰہی کیوں کر آیا؟ اس میں ایک مقرب ذات ادنیٰ حیل و حجت، قیاس اور عقلی گھوڑے دوڑانے کی وجہ سے کیسے ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ الٰہی ہوا۔ اس طرح کے قیاسی گھوڑے ہم بھی کہیں نہ کہیں دوڑا تو نہیں رہے ہیں؟ ہمارے لیے اس میں کیا سبق ہے؟ ہمارا رب اس واقعہ کو پڑھا کر ہم سے کیا چاہتا ہے؟ آخر فرشتوں نے علمی تفوق آدم کو جان لیا اور وہ صاف صاف ''قَالُوا سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا إِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّکَ أَنتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ'' (البقرۃ:۳۲۔ان سب نے کہا کہ اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے) کہہ کر سرخرو ہوگئے۔ ابلیس تکبر وتعنت کی وجہ سے سجدہ نہ کرسکا۔ قیاس وعقل کی پیچیدگیوں میں الجھ کر رہ گیا۔ ''فَأَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالإِثْمِ'' (البقرۃ:۲۰۶۔اسے تکبر اور تعصب گناہ پر آمادہ کردیتا ہے) اور وہ قیامت تک کے لیے لعنت وملامت کا مستحق ٹھہرا۔ اسی لیے تو لوگ کہتے ہیں:

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

اور بقول خلیفہ شہیدین مولانا عبدالکریم مسلم رحمہ اللہ:

نص قطعی پر جولاتا ہے یہاں عقلی دلیل
شاید اس کو حال کچھ پہنچا نہیں شیطان کا

بدقسمتی سے بعض لوگ رمضان وماہ قرآن میں بھی اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر نادم وتائب ہونے کے بجائے اسی طرح کے اعذار تلاش کرتے نظر آتے ہیں اور علیم بذات الصدور کو بھول جاتے ہیں۔ جس رحمان ورحیم اور اللطیف الخبیر اور سمیع وبصیر کا تذکرہ بار بار اس قرآن میں ہے۔

گویا قرآن پڑھنے والے کو ہر قصص وحکایات، وعظ ونصائح اور احکام ومسائل میں یہ دیکھنا ہے کہ ہم سے قرآن کیا چاہتا ہے؟ اور ہم سے کہاں کہاں مخاطب ہے؟ دراصل قرآن کا لفظ لفظ ہمارے لیے پیغام ہی پیغام اور ہدایت ہی ہدایت ہے۔ وہ ہم کو ہمارا آئینہ دکھاتا ہے۔ پکار پکار کر ہم سے کہتا ہے کہ تم ابلیس کی طرح مت ہوجانا۔ تم ہامان کی طرح مت ہوجانا، تم کو شیطان حضرت آدم وحوا علیہم الصلاۃ والسلام کی طرح بھٹکا نہ دے، چغلی وریاکاری، نفاق وشقاق اور بدنیتی جیسی مہلک بیماری تیرے اندر نہ ہو۔

میرے ایک استاذ تھے۔ جو طب کا مطالعہ کرتے وقت ادویہ کے خواص، امراض کی علامات سے گزرتے تو پریشان ہوجاتے کہ میرے اندر بیماری کی یہ علامتیں بھی پائی جاتی ہیں، پھر اسی میں سرگرداں وپریشان ومتفکر رہتے۔ اس لیے قرآن پڑھتے رہیے اور ہر ہر عیب جو اقوام میں پائے گئے ہوں یا افراد میں، ایمان لانے والوں میں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں، باغیوں اور ظالموں میں ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہیے اور سمجھیے کہ قرآن کے اصل مخاطب آپ ہی ہیں۔

پھر آپ قرآن پڑھتے وقت دیکھئے کہ اس میں آپ کی تصویر، آپ کی اپنی ذات اور آپ کے معاملات کا تذکرہ کہاں ہے؟ اس میں آیات رحمت اور فوز وفلاح سے گذریں تو دیکھیں کہ آپ کا حصہ اس میں کتنا ہے۔ میرا ذکر قرآن میں کہاں ہیں۔ وہ تو ''تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ'' ہے۔ انسان وجنات ہی قرآن کا مطلوب ہیں۔ پھر وہ مطلوب کو ڈھونڈھنے کیوں جارہے ہیں؟ پہلے آپ اپنا پتہ لگائیں کہ آپ کا نام اور کام کہاں درج ہے قرآن میں؟ کہیں ایسا تو نہیں صلوۃ جیسی عظیم عبادت ریاکاری کا شکار ہورہی اور آپ خود ہی پڑھنے کے باوجود سب سے برے ہیں۔ اللہ کی پناہ مانگئے اور پھر ان برائیوں اور خامیوں کو اپنے سے دور کیجئے۔ اس میں جو اچھے کام اور احکام لکھے ہیں ان کو اپنائیے۔ الغرض قرآن سے اپنا رشتہ ایسا مضبوط کریں کہ اسی کا ہوکر رہ جائیں اور اس کی تعلیمات کی روشی میں نہا جائیں۔ اس لیے آپ قرآن صرف تلاوت نہ کریں اور اس کو صرف پڑھنے کے ہی عادی نہ بنیں بلکہ مکمل طور پر کم از کم شوال ورمضان میں قرآن کے ساتھ جینے کا عزم کرلیں۔

دیکھیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کس طرح قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے۔ اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردیتے ہیں؟ ایک طرف '' فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ '' (البقرہ:۱۳۷۔اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفالت کرے گا اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے) سے زبان تر ہے اور دوسری طرف آپ کے خون شہادت کے چھینٹوں سے کلمات وحروف تر ہیں۔ یہ غیروں کے نہیں، منحرف مسلمانوں کے کرتوت ہیں جو دین وایمان اور اصلاح کے نام پر کرتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان کے ساتھ ادنیٰ سب وشتم فسق وفجور ہے اور ان سے قتال اور جنگ کفر ہے۔ (سباب المسلم فسوق وقتاله كفر ۔ بخاری) غالباً عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس وجہ سے بھی ان بلوائیوں کی زیادتیوں کو برداشت کررہے تھے کہ وہ کلمہ گو بھائی سے کسی طرح لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتے تھے۔ بھلا بتاؤ رمضان المبارک میں اس

کی قباحت کتنی زیادہ ہوگی؟ اور ایک روزہ دار کو کتنا برداشت کرنا چاہیے؟ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی آمادہ جھگڑا وتکرار ہو تب بھی صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔ مجھے آپ سے الجھنا نہیں، مجھے تو اپنے اوپر کنٹرول کرنے کا حکم ہے۔ ”**فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم.**“ (مسلم) ”اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔“

رمضان المبارک کا مہینہ، صیام کا مہینہ ہے۔ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس فریضہ کو ادا کرنا ہے اور جس طرح عام حالات میں ایک دانہ حرام کا پیٹ میں چلے جانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے اسی طرح، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اس ماہ مبارک میں جھوٹ، چغلی، کینہ، غیبت اور دیگر حرام چیزیں حرام ہیں اور ان سے بچنا اور اجتناب کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اگر ان سے نہیں بچتے تو پھر رمضان میں بھوکا پیاسا رہنے کا کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کو اس طرح کھانا پانی چھوڑنے کی کیا حاجت؟ ”**فلیس للہ حاجة ان یدع طعامہ وشرابہ**“۔ (ترمذی) ”تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

مغفرت کی امید ہے تو پوری اسپرٹ اور روح کے ساتھ روزے کا اہتمام کرو، قیام رمضان کرو اور تراویح کی نماز پڑھو کیوں کہ گناہوں کا کفارہ یوں ہی نہیں ہے۔ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے پوری یکسوئی، انہماک اور حضور قلب اور رب سے سرگوشی وہم کلامی اور مخاطب ہونے کا نام قیام اللیل ہے۔

دیگر عبادات، صدقات وخیرات، دعا وشب بیداری اور اہل واعیال اور خویش واقارب کو مستعد اور چاک و چوبند کر کے اس کے لیے تیاری رمضان المبارک کے مشاغل ہوں اور شب قدر کی قدردانی اور اس کا حصول سب سے زیادہ مطمع نظر اور شامل حال ہو۔ تا آنکہ رب کریم سے قربت اور اس کی خلقت اور بندوں سے محبت کا جذبہ فراواں موجزن ہو اور چھلک چھلک کر عمل وکردار کی صورت اختیار کرنے لگے اور مجسم حرکت وعمل بنادے تو لازما افادیت اور فلسفہ و فوائد روزہ ورمضان حاصل ہے۔ پھر اس پر شکر الٰہی واجب ہے۔ ”**وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُم**“ اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو۔ (البقرہ:۱۸۵) تمام روزہ داروں، شب بیداروں، غمگساروں، بندہ پروروں اور عبادت گذاروں کو رمضان اور اس کی رحمتیں اور رضوان وجنان مبارک ہو۔ وصلی اللہ علی النبی وسلم ☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’جریدہ ترجمان‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

جریدہ پندرہ روزہ
ترجمان
دہلی

رمضان اور قرآن کا باہمی ارتباط

مولانا محمد محب اللہ سیف الدین المحمدی

رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے، جس میں سب سے عظیم معجزہ قرآن مقدس کا نزول ہوا ہے، ماہ رمضان تمام مہینوں میں افضل وخیر وبرکت والا مہینہ ہے اس مہینہ میں عظیم القدر وجلیل الشان کتاب، دستور حیات، معجزہ کبری قرآن مجید کا نزول ہوا اللہ تعالی فرماتا ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ [البقرۃ ۱۸۵] رمضان المبارک اور قرآن مقدس کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ رمضان اور قرآن کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ رمضان کے مبارک مہینے میں لوگوں کی ہدایت کے لیے صحیح اور غلط کی تمیز کیلئے، سیاہ وسفید کے مابین تفریق بتانے کے لیے، اور حق و باطل میں فرق کرنے والے اور ہدایت وراہ نمائی کی واضح نشانیوں کے طور پر قرآن کو نازل کیا گیا۔

رمضان اور قرآن کے باہمی ارتباط کو واضح کرتے ہو جائے؟

صاحب تیسیر القرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں کہ تمام کتب ساوی اور اسی طرح قرآن کریم رمضان ہی میں نازل ہوئیں اور قرآن لیلۃ القدر کو سارے کا سارا آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔ پھر تھوڑا تھوڑا کر کے حالات کے مطابق آپ پر نازل ہوتا رہا جو سراپا ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب ہے۔ اس آیت سے قرآن اور رمضان کا خصوصی تعلق معلوم ہوا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور فرمایا کرتے اور زندگی کے آخری رمضان میں دوبار دور فرمایا۔ مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ رمضان میں بطور خاص قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کریں۔ اسی لیے رمضان میں قیام اللیل کی خصوصی تاکید کی گئی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب تطوع قیام رمضان من الایمان)۔ (دیکھئے تفسیر تیسیر القرآن عبدالرحمن کیلانی سورہ البقرہ185)

صاحب تفسیر سراج البیان مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم جو ساری دنیا کے لئے رحمت وہدایت ہے جس کے تمام مضامین دلائل و براہین پر مبنی ہیں، وہ ایام رمضان ہی میں نازل ہونا شروع ہوا، اس لئے روزوں کی فضیلت اور بڑھ جاتی ہے اور اس میں باریک اشارہ اس طرف بھی ہے کہ روزہ رکھنے سے قرآن حکیم کے حقائق ومعارف قلب پر زیادہ روشن ہوتے ہیں اور دل کلام الٰہی کے ذوق وشوق سے معمور ہو جاتا ہے اس لئے حضور (ﷺ) قرآن حکیم کی تلاوت ان دنوں میں کثرت سے فرماتے اور اس لئے تراویح میں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تاکہ لوگ سال میں ایک ماہ بالالتزام قرآن پاک سنیں اور اپنی زندگی کو قرآن حکیم کے موافق بنائیں۔ (دیکھئے تفسیر سراج البیان سورۃ البقرہ185)

محترم قارئین۔ ماہ رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے جس میں تقریباً تمام امہات العبادات جمع ہو گئیں ہیں اس مہینے کی ایک خاص عبادت تلاوت قرآن، تدبر قرآن، ومدارس قرآن ہے، غور کیجئے تراویح وقیام اللیل میں مومن بندہ رات کی تنہائی میں کس دلسوزی واطمینان قلب، ولذت ومٹھاس کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن کرتا جاتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ رمضان میں شیاطین باندھ دیئے جاتے ہیں نفسانی خواہشات اور شہوانی جذبات مدھم پڑ جاتے ہیں اور نیک بندہ طاعت وبندگی، وتلاوت قرآن کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور موقع کو غنیمت جانتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوں کیونکہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم ﷺ کا نزول ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (القدر:1) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ (الدخان:3)

ماہ رمضان کی عظمت وفضیلت کی سب سے بڑی دلیل رب سبحانہ وتعالی نے یہ دی ہے کہ اس مہینے میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ جس میں قوموں کی رشد وہدایت اور ان کی اصلاح اور فلاح کا نہایت ہی شاندار وجامع پروگرام دیا گیا ہے۔ یہ ہدایت اتنی واضح اور اس کے دلائل و براہین اس قدر روشن ہیں کہ اس سے بہتر راہنمائی کوئی اور نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی صحیح فلسفی حیات کی تائید کے لیے اس سے قوی دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ جونہی قرآن مجید کے دلائل فکری عملی میدان میں پیش کیے جاتے ہیں تو کوئی بھی ذی شعور اور سلیم الفطرت انسان قرآنی ہدایت اور اس کے دلائل کے سامنے سر جھکائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے قرآن کو 'الفرقانَ' بھی کہا گیا ہے۔ یعنی ایسی کتاب جو حق وباطل اور کھرے کھوٹے میں امتیاز پیدا کر دے۔

محترم قارئین۔ خلاصہ الکلام یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے ماہ رمضان میں قرآن مجید نازل کرنے کا ذکر کر کے قرآن اور رمضان کا خصوصی تعلق بتا دیا ہے۔

نیز صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اعمال وارشادات سے اسی ماہ مبارک میں کتاب مبارک کی تلاوت کو خاص اہمیت دی ہے۔

جیسا کہ حدیث ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جایا کرتی تھی۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر وبھلائی کے معاملے میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ (رواہ البخاری (6) واللفظ لہ، ومسلم (2308))

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث رمضان المبارک میں قرآن کے مدارسہ (یعنی قرآن پڑھنے پڑھانے معانی ومفاہیم سمجھنے اور سمجھانے اور اس پر عمل کرنے) اور قرآن پر غور وتدبر کیلئے اکٹھا ہونے اور قرآن کو جو زیادہ تجوید ومخارج کے ساتھ، اتقان کے ساتھ پڑھنا جانتا ہے اس پر قرآن پیش کرنے اور اس سے سیکھنے کے استحباب پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ماہ رمضان میں کثرت سے تلاوت قرآن مستحب ہے۔ (بحوالہ۔ لطائف المعارف (ص:242-243)

محترم قارئین۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں تلاوت قرآن کا حکم بھی دیا ہے۔

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِيْنَ[النمل 91-92]

مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے جس کی ملکیت ہر چیز ہے اور مجھے بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں ہو جاؤں اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں، جو راہ راست پر آ جائے وہ اپنے نفع کے لئے راہ راست پر آئے گا۔ اور جو بہک جائے تو کہہ دیجئے! کہ میں صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں۔ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ[الکہف، ۲۷]

تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا۔

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ [العنکبوت-۴۵] جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھیئے اور نماز قائم کریں یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے بیشک اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اور رسول کے امت بھی مخاطب ہیں) کہ جو کتاب وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت پر مداومت برتے (دیکھئے۔ تفسیر شوکانی، سورہ الکہف 27 نمبر آیت)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے سلف سے منقول بعض ان آثار کا ذکر کیا جس میں یہ منع ہے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کیا جائے، اور اسی عمل پر مداومت برتا جائے۔ ان آثار کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن رجبؒ نے لکھا ہے کہ جہاں تک بات ہے اوقات فاضلہ جیسے رمضان المبارک کا مہینہ خاص کر رمضان کی وہ راتیں جس میں لیلۃ القدر طلب کیا جاتا ہے یا وہ بابرکت مکان وفضیلت والی جگہیں جیسے مکہ وغیرہ جو لوگ مکے کے باہر سے آتے ہیں۔ تو ایسے بہترین اور فاضل اوقات اور اماکن میں کثرت سے تلاوت قرآن مستحب ہے زمان ومکان کو غنیمت جانتے ہوئے۔ اور یہ بہت سارے ائمہ مثلا احمد واسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور بہت سارے اسلاف کرام کا اس پر عمل ہے۔ (بحوالہ۔ لطائف المعارف، ص:(246)

قرآن مجید اللہ رب العزت کا کلام حمید ہے، جس کی تلاوت کرنے سے رب العزت کے ساتھ بندے کا تعلق مضبوط ہوتا ہے، معرفت حق حاصل ہوتی ہے نفس کی گرہیں کھلتی اور اس میں موجود تمام آلائشیں، شبہات وشہوات کی گندگیاں دھل کر نفس پاکیزہ اور صاف ہو جاتا ہے۔ عمل کو نشاط اور بالیدگی ملتی ہے، خواہشات وشہوات کے اڑیل گھوڑے کی پہچان تلاوت قرآن ہی سے حاصل ہوتی ہے نیز اس کو قابو میں لانے کا طریقہ پتا چلتا ہے اور اسے قابو میں لانا آسان بھی ہو جاتا ہے۔

ہمہ تن گوش ہو کر، مکمل توجہ، یکسوئی، تنہائی، دلسوزی، تشویق واخلاص سے قرآن حکیم کی تلاوت کرنا گویا ایسا ہے کہ خود صاحب کلام مجید کی زبان سے آیت کریمہ سن رہے ہوں۔

تلاوت قرآن زندہ دل انسان کی پہچان اور پاکیزہ دل وطہارت قلب کی علامت ہے جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے

اغاثۃ اللہفان 1 / 52 میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ **لو طهرت قلوبكم ما شبعت من كلام الله عزوجل** اگر آپ کے دل پاکیزہ ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے کلام (قرآن) سے کبھی سیر نہ ہوں گے۔ فضائل الصحابۃ للامام احمد (775))

معزز قارئین۔ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تلاوت قرآن کی کتنی اہمیت ہے بلکہ تاکیدی حکم ہے۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ اگر آپ اپنے آپ کو چیک کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا مقام ومرتبہ عند اللہ کتنا بلند ہے تو آپ یہ چیک کریں کہ آپ کا تعلق کلام اللہ سے کتنا ہے؟ آپ کا کتنا لگاؤ اور شغف ہے قرآن مجید سے؟ نتیجہ آپ کیلئے واضح ہے۔

قابل غور بات ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اسلاف عظام کے اشتیاق تلاوت کا عالم یہ تھا کہ تیر جسم میں داخل ہو جاتے تو احساس تک نہ ہوتا۔ اور خصوصاً جب رمضان آتا تو وہ بالکل مستعدی کے ساتھ تلاوت قرآن وتدبر قرآن میں منہمک ہو جاتے تھے۔

محدث شہیر، امام شہاب الدین زہری رحمہ اللہ جو اپنے وقت کے امام اور حافظ الحدیث تھے، جب رمضان المبارک آتا تو کہتے

یہ قرآن حکیم کی تلاوت اور کھانا کھلانے کا مہینہ ہے۔ (لطائف المعارف از ابن رجب ص:۵۴۲)

ابن عبدالحکم رحمہ اللہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کی آمد سعید کے ساتھ ہی آپ حدیث کی مجلس اور اہل علم کی مجلس سے دور ہو جاتے اور مصحف کھول کر اسے دیکھ کر تلاوت کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ (لطائف المعارف از ابن رجب، ص:۵۴۲)

آداب تلاوت قرآن۔ تلاوت قرآن کے چند آداب درج ذیل ہیں۔ آغاز

میں ((اعوذ بالله من الشیطان الرجیم)) پڑھا جائے۔ جیسا کہ سورۃ النحل میں حکم ہے۔ (النحل 16:98) سورہ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع کرنے سے پہلے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھی جائے۔

مومن ہر وقت پاک ہی ہوتا ہے، اس لیے ہر حالت میں مومن مرد اور عورت اور بچے قرآن کی تلاوت کر سکتے ہیں، چاہے بے وضو ہوں یا باوضو۔ باوضو ہونا بہتر ہے۔ لیکن یہ لازمی شرط نہیں جیسا کہ بعض علماء کہتے ہیں۔ بلکہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حالت میں قرآن پڑھا جا سکتا ہے، صرف ناپاک جگہوں میں پڑھنے سے اجتناب ضروری ہے۔ (اس کی تفصیل تفسیر احسن البیان، سورہ الواقعہ: 52:79 کے حاشیے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے)

قرآن کریم ترتیل اور تجوید سے پڑھا جائے۔ ترتیل کا مطلب ہے آہستہ آہستہ، ٹھہر ٹھہر کر آرام سے پڑھنا اور تجوید کا مطلب ہے، تجوید کے اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھنا، یعنی زیر، زبر، پیش کو کس طرح پڑھنا ہے، الف، واو وغیرہ حروف کو کیسے پڑھنا ہے۔ کئی لوگ زبر کو کھینچ کر الف اور الف کو بغیر کھینچے زبر کی طرح پڑھتے ہیں، ''ھا'' کو ''حا'' اور ''حا'' کو ''ھا'' پڑھتے ہیں، علاوہ ازیں اس طرح کی اور کئی موٹی موٹی غلطیاں کرتے ہیں۔ اس قسم کی غلطیوں سے معنی کچھ کے کچھ بن جاتے ہیں۔ اس لیے معتبر استاذ سے قرآن کریم کا لہجہ اور تلفظ ضرور درست کر لیا جائے۔

حسن صوت کا اہتمام کیا جائے۔ آج کل ہمارے دن کا سورج اخبار پڑھنے یا موبائل پر اور ٹی وی پر خبریں سننے سے ہوتا ہے۔

اس عادت کو بدلنے کی شدید ضرورت ہے، ایک مسلمان کے یومیہ معمولات کا آغاز نمازِ فجر اور تلاوت کلام پاک سے ہونا چاہیے۔ روزانہ صبح سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، اس کے لیے جتنا وقت وہ نکال سکے، نکالے۔

قرآن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ زیادہ پڑھنے کا شوق رکھنے والا، ایک دن میں زیادہ سے زیادہ 10 پارے پڑھے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت، اس کے معانی ومطالب پر بھی غور وتدبر کرے، تاکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت کا نقش قائم ہو اور اس پر خوف ورقت کی کیفیت طاری ہو۔

قرآن کریم کا جتنا حصہ کسی کو یاد ہو، وہ اسے دہراتا اور پابندی سے پڑھتا رہے تاکہ وہ یاد رہے اور اسے بھول نہ جائے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر مسلمان کو ضرور یاد کرنا اور یاد رکھنا چاہیے، تاکہ وہ نمازوں میں اور قیام اللیل (نماز تہجد) میں پڑھ سکے۔ قرآن مجید کے یادشدہ حصوں کی یہ حفاظت اس لیے ضروری ہے کہ نسیان پر جو سخت وعید ہے، انسان اس سے بچ جائے۔

تدبر قرآن ومدارس قرآن کی ضرورت۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں تدبر قرآن اور غور وفکر کے ساتھ قرآن پڑھنے کی تشویق وترغیب دلایا ہے،

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو کلام اللہ وکلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غور و تدبر کرے اور سچے دل سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے تو وہ اس تدبر وتفکر کی وجہ سے حلاوت اور مٹھاس محسوس کرے گا اور تلاوت قرآن کی برکت سے ہدایت پائے گا، تلاوت قرآن مریض دلوں کو شفاء عطاء کرے گا اور برکت کا نزول ہوگا اور ایسے ایسے منافع وفوائد کا حصول ہوگا جو دوسرے کسی بھی کتاب کسی بھی نظم ونثر میں قطعاً نہیں پائے گا۔ (بحوالہ۔ اقتضاء الصراط المستقیم 2/270)

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مقدس پر غور وتدبر علوم ومعارف کیلئے چابی ہے اور تدبر قرآن وتفہم کلام اللہ سے بہت سارے خیر وبھلائی کے دروازے کھلیں گے، اور اسی قرآن کو پڑھنے سمجھنے اور تدبر وتفکر اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے سارے علوم وفنون کا انکشاف ہوگا۔ اور سارے علوم میں تمکنت ورسوخ پیدا ہوگا۔ اور ایمان میں اضافہ ہوگا اور شجرہ ایمان مضبوط وراسخ ہو جائے گا۔ (بحوالہ تفسیر السعدی صفحہ نمبر 154)

لیکن ہائے افسوس آج ہم نے قرآن سے دوری بنا رکھی ہے بس نام کے مسلمان رہ گئے نہ تلاوت قرآن سے شغف نہ فہم قرآن کیلئے وقت میسر، بس مادیت کا خمار ہے دنیاداری کا بھوت سوار ہے، اور کچھ قرآن پڑھتے بھی ہیں تو تدبر قرآن ومعانی قرآن کی سمجھ سے کوئی واسطہ نہیں اور عمل ندارد۔ کسی شاعر نے کہا تھا کہ۔

میں قرآں پڑھ چکا تو اپنی صورت ہی نہ پہچانی
مرے ایمان کی ضد ہے مرا طرزِ مسلمانی

تدبر قرآن کے وسائل۔

اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ قرآن پڑھنا اور ریا ونمود سے دوری بنائے رکھنا۔

کتب تفسیر کا مطالعہ کرنا خاصکر وہ کتب تفسیر جو صحیح احادیث پر مبنی ہوں موضوعات واسرائیلیات سے دور ہو۔ یعنی تفسیر بالماثور کا مطالعہ کرے۔ عربی زبان جانتا سمجھتا ہوں اور عربی قواعد (نحو وصرف وغیرہ) سے واقفیت۔

کثرت سے قرآن کریم کو پڑھنا۔ ایک ایک آیت پر رک کر غور وتدبر کرنا۔

اچھی آواز اور قواعد وتجوید وترتیل کے ساتھ پڑھنے والے قراء کو زیادہ سے زیادہ سننا۔

اور دل میں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ یہ قرآن آپ سے مخاطب ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے نام پیغام ہے۔

محترم قارئین۔ تلاوت قرآن کے لئے دل میں تڑپ پیدا کرنا ایک مسلمان بندہ کیلئے بہت ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی کتاب قرآن سے ایک حرف پڑھا اسکے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے اور میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (رواہ الترمذی ۲۳۲۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی مسلمان بنائے تلاوت الفاظ قرآن وتلاوت معانی قرآن کی توفیق دے اور ہم مسلمانوں کو رمضان وقرآن کے ارتباط وتعلق کو سمجھنے اور تعلیمات قرآن کو اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔ ☆☆

روزہ کے فضائل

زبیر احمد عبدالمعبود مدنی

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن صوم رمضان ہے۔ یہ ایک اہم دینی فریضہ، مقدس عبادت اور بندوں کے لئے اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدرومنزلت کا اندازہ آپ اسی بات سے کرسکتے ہیں کہ سلف صالحین رحمہم اللہ چھ ماہ تک یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ نصیب فرما پھر جب رمضان کا مہینہ گذر جاتا تو وہ اس بات کی دعا کرتے کہ اے اللہ! ہم نے اس مبارک ومقدس مہینے میں جو عبادات کیں تو انھیں قبول فرما کیونکہ اسلاف کرام اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ یہ مہینہ کس قدر اہم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے آنے کی خوشخبری سناتے اور انھیں مبارکباد دیتے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: **اتاكم رمضان شهر مبارك، فرض الله عليكم صيامه، تفتح فيه ابواب الجنة وتغلق فيه ابواب الجحيم وتغل فيه مردة الشياطين ليلة فيه خير من ألف شهر من حرم خيرها فقد حرم (رواه احمد والنسائي والبيهقي) وقال الالباني وهو حديث جيد لشواهد مشكوة المصابيح محقق ۱/۲/۶۱۲)**

تمہارے پاس ماہ رمضان آچکا جو کہ بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ نے اس کے روزے تمہارے اوپر فرض کئے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اس میں سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس کے خیر سے محروم کردیا گیا وہ سب سے بڑا محروم ہے۔

رمضان کے خصوصی اعمال میں سب سے اہم عمل روزہ ہے۔ کیونکہ اللہ نے اس کے روزے ہر مکلّف مسلمان پر فرض کئے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ:۱۸۳) اے مومنو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) استطاعت کی حالت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ صحیح بخاری (۸) صحیح مسلم (۱۶)

کتاب وسنت میں صوم کے متعدد فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ چند فضائل ہدیہ قارئین ہیں۔

۱۔ مغفرت الٰہی: رمضان المبارک کے روزوں کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بندوں کی مغفرت ہوتی ہے اور ان کے گناہ ختم ہوجاتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: **من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه** (صحیح بخاری:۲۰۱۴)، صحیح مسلم:۷۶۰)

جس نے حالت ایمان میں سچی نیت اور یقین کامل کے ساتھ محض اللہ کی رضا وخوشنودی اور اس کے اجروثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

۲۔ بے شمار اجروثواب: صوم رمضان کے علاوہ جتنی عبادتیں اور جس قدر اعمال صالحہ ہیں۔ ان کا اجروثواب اللہ تعالیٰ نے مقرر کررکھا ہے۔ مگر روزہ ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثواب بے شمار اور لامحدود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف قال الله تعالىٰ: الا الصوم فانه لي وأنا أجزى به يدع شهوته وطعامه من أجلي (مسلم:۱۱۵۱)**

ابن آدم کے ہر (نیک) عمل کا ثواب اسے دس گنا سے سات سوگنا تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزہ کے جو کہ صرف میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ کیونکہ وہ میری وجہ سے اپنی شہوت اور اپنے کھانے کو چھوڑتا ہے۔

۳۔ روزہ کے مثل کوئی عمل نہیں۔ حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا: **عليك بالصيام فانه لا عدل له،** تم روزہ کو لازم پکڑو یعنی روزہ رکھو کیونکہ اس کے مثل کوئی عمل نہیں۔ (سنن نسائی:۲۲۲۰ وصححہ الالبانی فی الصحیحہ:۱۹۳۷)

۴: روزہ صائم کے لئے قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔

قیامت کے دن روزہ روزہ دار کے حق میں شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے

شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کے حق میں قیامت کے دن شفاعت کریں گے روزہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور جائز خواہشات سے روکے رکھا۔ اس لئے تو اس کے حق میں میری سفارش قبول کرلے۔ اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا۔ لہٰذا تو اس کے حق میں میری سفارش قبول کرلے اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا لہٰذا تو اس کے حق میں میری سفارش قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چنانچہ ان دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل: (۶۷۸۵) وصححہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترہیب (۹۸۴)

۵۔ روزہ دار باب الریان سے جنت میں داخل ہوگا۔

جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام وباب الریان ہے۔ یہ دروازہ صدق روزہ داروں کے لئے مخصوص ہوگا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **ان فی الجنة بابا يقال له الريان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل منه احد غيرهم يقال: اين الصائمون؟ فيقولون لا يدخل منه احد غيرهم فاذا دخلوا أغلق فلم يدخل منه أحد** (صحیح بخاری (۱۸۹۶)، صحیح مسلم (۱۱۵۲)

بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الریان (سیراب کرنے والا دروازہ) کہا جاتا ہے۔

اس سے قیامت کے دن صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہ ہوگا۔ اور کہا جائے گا۔ این الصائمون؟ کہاں ہیں روزدار؟ تو وہ کھڑے ہوجائیں گے اور ان کے علاوہ اور کوئی اس سے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جب وہ سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے تو اس دروازے کو بند کردیا جائے گا۔

۶۔ روزہ دار کے لئے دوخوشیاں۔

روزہ کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ روزہ دار جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے روزے کے اجر وثواب سے نوازے گا۔ تو بندہ کو بے انتہا خوشی ہوگی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**للصائم فرحتان يفرحهما اذا افطر فرح واذا لقى ربه فرح بصومه.**

روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں۔ ایک افطاری کے وقت اور دوسری اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت اس کے روزہ کی وجہ سے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۰۴، صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

۷۔ روزہ دار کے منہ کی بومشک سے زیادہ اچھی ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ اچھی ہے۔

ارشاد نبوی ہے: **والذی نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم اطيب عندالله من ريح المسك** اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۰۴، صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

۸۔ روزہ ڈھال اور گناہوں کا کفارہ ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ روزہ نفسانی خواہشات اور گناہوں سے روکتا ہے۔ اور اسی طرح جہنم سے بچاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ **الصيام جنة من النار كجنة أحدكم من القتال** روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص جنگ سے بچنے کے لئے ڈھال لیتا ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۹، وصححہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترہیب: ۹۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہیں اگر اس نے اپنے آپ کو گناہ کبیرہ سے بچالیا۔ (صحیح مسلم: ۳۳۳)

آخر میں باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس مقدس مہینہ کے فیوض وبرکات سے بیشتر اٹھانے کی توفیق عنایت کرے اور روزہ، نماز تراویح جیسی اہم عبادتوں کی ادائیگی پابندی کے ساتھ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

شیخ الحدیث
حضرت مولانا عبیداللہ رحمانیؒ

رمضان المبارک کے فضائل واحکام

روزے کی فرضیت پر عقلی دلائل اور فلسفیانہ حکمت ومصلحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے وہ فضائل اور منافع احکام اور مسائل مختصر طور پر ذکر کردیں جو صحیح حدیث اور مستند آثار واقوال سے ثابت ہیں۔

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وفی روایة: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتُ الشَّيَاطِيْنُ وفی روایة: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ. (صحیحین)

جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کا کھولنا اور اسی طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا، شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا حقیقتاً ہے۔ مجاز اور کنایہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض علماء نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھولنا نزول رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینی مراد ہے اور دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے۔ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغۃ میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا روزہ رکھنا، راتوں میں قیام کرنا، اور شیفتگان سنت نبویہ کا انوار الٰہی میں غوطہ زن ہونا، اور ان کی دعاؤں کا اثر دوسروں تک پہنچنا، ان کے نور کا پرتو دوسرے مسلمانوں پر پڑنا، ان کی برکتوں سے تمام مسلمانوں کا مستفیض ہونا، اور ہر مسلمان کا حسب توفیق واستعداد نیک اور اچھے عمل کرنا، اور ہلاکت وتباہی میں ڈالنے والی برائیوں سے بچنا، گویا ان پر جنت کے دروازوں کا کھول دینا، اور دوزخ کے دروازوں کا بند کردینا ہے۔ کیونکہ یہی چیزیں دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جانے والی ہیں۔ اسی طرح جب قوت بہیمیہ دبادی گئی اور اس کا اثر اور عمل ظاہر نہیں ہوا اور تمام مسلمان اچھے کاموں میں مشغول ہوگئے اور قوت ملکیہ کے آثار واعمال کا ظہور ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ برائیوں پر برانگیختہ کرنے والے نیک کاموں سے باز رکھنے والے شیاطین قید کردیئے گئے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه .

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

ہر چھوٹے بڑے شرعی کام اور عبادت کی صحت اور مقبولیت کے لئے اخلاص نیت شرط ہے اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔

ابن آدم کے ہر نیک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو گنا تک بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جداگانہ ہے، اس کا اجر وثواب بے شمار ہے۔ بندہ میرے ہی لئے روزہ رکھتا ہے۔ میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ محض میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشی ہے ایک طبعی افطار کے وقت دوسری خوشی جب اس کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا۔ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بڑھ کر ہے اور روزہ برے کاموں اور عذاب الٰہی سے بچاؤ اور ڈھال ہے۔ (حدیث)

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو ولعب، فسق وفجور، عصیان وطغیان، برائی اور بے حیائی، غفلت اور بے پروائی میں گذار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈھتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کا مہینہ دور کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لئے مخصوص کرلیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بن کر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گذار دیتے ہیں، اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کردیتے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کو دھوکا دینے کے لئے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے، مگر خالق عالم ظاہر اور باطن دل اور زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے، اس کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں اور کالجوں، یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزے نہیں رکھتے اور روزے رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ بھی تھے کہ سفر میں جہاد کو موقع پر آنحضور ﷺ کے افطار کردینے اور افطار کی رخصت واجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑنے میں تردد کرتے تھے۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض سے محبت وشیفتگی اور بعد ونفرت کے دونوں دور پر نظر ڈالئے کس قدر عبرت خیز ہے، انہی فرائض وواجبات کی محبت واتباع نے ان کو بام عروج تک پہنچایا اور آج ان کی تعمیل کو تضیع اوقات اور تکلیف مالا یطاق سمجھ کر ترقی سے مانع سمجھا جاتا ہے، لیکن باوجود چھوڑ دینے کے اسی ذلت اور پستی، غلامی وعبودیت میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ بدترین اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل انسان بنے ہوئے ہیں۔ اللھم ارحم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

مشکوک دن میں روزے کا حکم: شعبان کی تیسویں رات کو غبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے۔ اور نہ دوسرے مقام سے چاند دیکھے جانے کی معتبر اطلاع آئے تو وہ رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا

دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔فرمایا: فَــإِنْ غُــمَّ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ. (صحیحین)

پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کر کے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو یہ روزہ رمضان کا ہوجائے گا ورنہ نفل ہوگا غلط اور باطل ہے۔عمار بن یاسرؓ صحابی فرماتے ہیں جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اس نے آنحضرتﷺ کی نافرمانی کی۔(ابوداود،نسائی،ترمذی،ابن ماجہ)

حاصل یہ ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا جائے اور اس کو رمضان میں نہ شمار کیا جائے۔چاند کو چھوٹا بڑا دیکھ کر بھی شک نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس روز چاند دیکھا گیا ہے اسی دن کا سمجھنا چاہیے،اسی طرح رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک یا دو روزے رکھنا ناجائز ہے۔آنحضرتﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے،ہاں اگر کسی اور دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت تھی،اتفاقاً نہ رکھ سکا یا کسی شخص کی ہر آخر ماہ میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ آخری تاریخوں میں روزے رکھ لے۔

روزہ کی نیت کا حکم: ہر عبادت کی صحت کے لئے نیت شرعی شرط ہے، پس روزہ کی صحت بھی نیت شرعی کے ساتھ مشروط ہے خواہ روزہ نفلی ہو یا فرض رمضان کا ہو یا نذر کا،ادا ہو یا قضا اور نفلی روزہ کے علاوہ ہر قسم کے روزے کے لئے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے بخلاف نفلی روزے کے کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہوجائے گا۔والیہ ذھب الشافعی واحمد واسحاق وھو الراجح عند شیخنا کما صرح به فی شرح الترمذی "من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له" (ترمذی وغیرہ)

جس نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے،صحیح اور راجح اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے،کما حققه الشوکانی فی النیل وابن حزم فی المحلی،یہ حدیث فرض اور نفل ہر قسم کے روزوں کو شامل ہے مگر نفلی روزہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاتِيْنِيْ وَيَقُوْلُ: أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَأَقُوْلُ لاَ فَيَقُوْلُ إِنِّيْ صَائِمٌ وفی روایة إِنِّي إِذًا لَصَائِمٌ'' یعنی نبیﷺ میرے پاس آتے اور پوچھتے:کیا صبح کا کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں،آپ فرماتے میں روزہ رکھوں گا۔

واما ما روی عن سلمة بن الاکوع ان رسول اللهﷺ امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذ فرض صوم عاشوراء الاکل من اکل فلیمسک ومن لم یاکل فلیصم. اخرجه البخاری وغیرہ فاجیب عنه بانه انما صحت النیة فی النهار لان الظاهران صوم عاشوراء انزلت فرضیته فی النهار فصار الرجوع الی اللیل غیر مقدور والنزاع فیما کان مقدورا فیخص الجواز بمثل هذه الصورة اعنی من ظهر له وجوب الصیام علیه من النهار فتامل.

ہر روزہ کے لئے نیت ضروری ہے صرف پہلی رات کی نیت تمام روزوں کے لئے کافی نہیں ہوگی۔اور نیت زبان سے لفظوں میں کہنے کی ضرورت نہیں ہے،دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔

سحری کھانے کی فضیلت: آنحضرتﷺ نے فرمایا:تسحروا فان فی السحور برکة (صحیحین) سحری کھایا کرو،سحری کھانے میں برکت ہے۔ دوسری حدیث میں آپﷺ نے فرمایا:فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحْرِ (مسلم) ہمارے روزہ اور اہل کتاب(عیسائی و یہودی) کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے یعنی وہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

سحری کھانے کی فضیلت میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا باعث خیر و برکت ہے۔اس میں کیا شک ہے کہ سحری کھانے والے کو بہ نسبت سحری نہ کھانے والے کے بھوک اور پیاس کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے وہ زیادہ کمزور اور پریشان نہیں ہوتا۔ذکر الٰہی ،تلاوت قرآن اور نماز وغیرہ میں چست رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے روزہ اور یہودیوں،عیسائیوں کے روزہ کے درمیان مابہ الامتیاز چیز سحری ہے، اس لئے سحری چھوڑنی نہیں چاہیے، کچھ نہیں تو ایک کھجور اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی ہی سحری کے وقت پی لینا چاہیے۔

سحری دیر کر کے کھانے کی مسنونیت اور فضیلت: آج کل عام طور پر لوگ اس ڈر سے کہ آخر شب میں بیدار نہ ہو سکیں گے اور اس صورت میں سارے گھر والے بغیر سحری روزہ رکھیں گے،ایک یا دو بجے شب میں ہی سحری کھا لیا کرتے ہیں یا نصف رات کو سحری کا وقت سمجھ کر بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور جب مختلف غذاؤں سے اچھی طرح شکم پر کر لیتے ہیں اور پان وغیرہ سے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو کھانے کے نشہ میں خوب گہری اور زبردست نیند آنے کے باعث فجر کی نماز اول غلس میں تو ادا کرنا درکنار آخر وقت میں بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب بیدار ہوتے ہیں بلکہ اگر جھنجھوڑ کر نہ جگایا جائے تو ۸-۹ بجے تک سوتے رہیں گے، ظاہر ہے کہ وہ ایسا کرنے کی صورت میں دوہرے نقصان اور خسارے میں مبتلا ہوجاتے ہیں، فجر کی نماز یا تو قضا ہوجاتی ہے یا مکروہ وقت میں ادا کرتے ہیں اور سحری کا مسنون طریقہ اور وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

سحری کا مسنون وقت اور طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب میں یا صبح کاذب سے کچھ پہلے کھانا چاہیے۔حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ كَمْ كَانَ قَدْرُ ذٰلِكَ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً (ترمذی) یعنی آپ کی سحری اور فجر کی نماز کے درمیان فاصلہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔

کس قدر افسوس ہے کہ جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں یعنی سحری دیر کر کے کھاتے ہیں، ان سے مذاق کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سحری دن میں کھاتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون. ہاں سحری آخری شب میں کھانے والوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ چائے اور پان تمباکو میں مشغول رہ کر اس طرح بے خبر نہ ہوجائیں کہ صبح صادق طلوع ہوگئی ہو اور وہ اب تک اسی شغل میں منہمک ہوں۔

روزہ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کر دینا چاہیے: جب سورج غروب ہوجائے اورمشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے روزہ افطار کردینا چاہیے اور بلاوجہ شک میں پڑ کر دیر نہیں کرنی چاہیے۔روزہ افطار کرنے کا یہی وقت ہے۔

اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ. (صحیحین)

جب رات سامنے آئے (مشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے) اور دن پیٹھ پھیرلے اورآفتاب غروب ہوجائے توروزہ افطار کرنے کا وقت آگیا(اب بلا تاخیر روزہ افطار کردینا چاہیے)لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ (صحیحین) لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی میں رہیں گے۔

حدیث قدسی میں ہے۔اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا. سب بندوں سے پیارا مجھ کو وہ بندہ ہے جوروزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرڈالتا ہے اوردیر نہیں کرتا۔جلدی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے یا اس کے غروب ہونے میں شک اورتردد ہونے کے باوجود روزہ افطار کردیا جائے۔غرض یہ ہے کہ افراط وتفریط سے بچنا چاہیے۔

جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہوجائے گا اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا۔بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی واقع ہو۔صحابہؓ نے عرض کیا: ہم میں کا ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کراسکے،آپ نے فرمایا: یہ اجر اللہ پاک ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے اور جس کسی نے کسی روزہ دار کو خوب آسودہ اور سیر کردیا، اللہ پاک اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہوجائے گا۔(بیہقی)

روزہ میں کون سے امور جائز ہیں اور کن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا: (۱) تر یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا (۲) سرمہ لگانا اور آنکھ میں دوا ڈالنی (۳) سر یا بدن میں تیل ملنا (۴) خوشبو لگانا (۵) سر پر کپڑا تر کرکے رکھنا (۶) فصد لینا، پچھنا لگوانا بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو (۷) انجکشن لگوانا جو قوت اور غذا کا کام نہ دے (۸) ضرورت کے وقت ہنڈیا کا نمک چکھ کر فوراً تھوک دینا اور کلی کرنا (۹) صبح صادق کے بعد جنابت کا غسل کرنا (۱۰) مرد کا بیوی سے صرف بوس وکنار کرنا بشرطیکہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور جماع واقع ہوجانے کا خوف نہ ہو (۱۱) دن میں احتلام ہوجانا (۱۲) عورت کو دیکھ کر انزال ہوجانا (۱۳) خود بخود قے آجانا خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ (۱۴) تالاب وغیرہ میں غسل کرنا بشرطیکہ غوطہ لگانے کی صورت میں ناک یا منہ کے ذریعہ حلق کے اندر پانی نہ جائے۔(۱۵) ناک میں پانی ڈالنا بغیر مبالغہ کے (۱۶) ناک کے رینٹھ کا اندر ہی اندر حلق کے راستہ اندر چلا جانا (۱۷) کلی کرنا بشرطیکہ مبالغہ نہ کرے (۱۸) کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا (۱۹) مکھی کا حلق میں چلا جانا (۲۰) استنشاق بلا مبالغہ کی صورت میں بغیر قصد وارادہ پانی کا ناک سے حلق کے اندر اتر جانا (۲۱) منہ میں جمع شدہ تھوک کو پی جانا مگر ایسا نہ کرنا بہتر ہے (۲۲) مسوڑھے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا (۲۳) کلی کرتے وقت بلا قصد وارادہ پانی کا حلق میں اتر جانا (۲۴) ذکر میں پچکاری کے ذریعہ دوا وغیرہ داخل کرنا (۲۵) عورت سے بوس وکنار کی صورت میں انزال ہوجانا (۲۶) بھول کر کھاپی لینا اور بیوی سے صحبت کرلینا۔

(۱) مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ. (صحیحین)

جو روزہ دار بھول کر کھاپی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے، اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے یعنی بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس کی قضا دینی ہوگی۔

(۲) مَنْ اَفْطَرَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ. (ابن خزيمة، حاكم، ابن حبان)

(۲۷) غبار دھوئیں یا آٹے کا اڑکر حلق کے اندر چلا جانا (۲۸) مونچھوں میں تیل لگانا (۲۹) کان میں تیل یا پانی ڈالنا اور سلائی داخل کرنا (۳۰) دانت میں اٹکے ہوئے گوشت یا کھانے کا جو محسوس نہ ہو اور منتشر ہوکر رہ جائے حلق کے اندر چلا جانا۔

روزہ جن امور سے ٹوٹ جاتا ہے: (۱) دانستہ قصداً کھانا پینا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ (۲) دانستہ جماع کرنا (۳) قصداً قے کرنا تھوڑی ہو یا زیادہ (۴) حقہ بیڑی، سگریٹ پینا (۵) پان کھانا (۶) مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے (۷) کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھ کر یا یہ خیال کرکے کہ آفتاب غروب ہوگیا ہے حالانکہ صبح ہوچکی تھی یا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا (۸) منہ کے علاوہ کسی زخم کے راستہ سے نلکی کے ذریعہ غذا یا دوا پہنچانی (۹) حقنہ کرنا ان سب صورتوں میں ٹوٹے ہوئے روزہ کی قضا رکھنی ضروری ہے اور دانستہ بیوی سے صحبت (جماع) کرلینے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔

کفارہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے۔اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پے درپے ساٹھ روزہ رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

بیمار، مسافر، حاملہ مرضعہ کے لئے شرعی رخصت: اگر مسافر بیمار، حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہو اور دودھ پلانے والی عورت کے دودھ خشک ہونے کا خوف ہو تو ان لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں بلکہ مسافر کے لئے اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ" بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ہے کہ روزے نہ رکھیں لیکن اس کے بعد ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہوگی۔ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوة والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه) اللہ نے مسافر کو قصر کی اجازت دی ہے اور مسافر، حاملہ، مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دے دی ہے۔

اگر سفر میں تکلیف نہ ہو اور بیماری، حمل، دودھ پلانے کی حالتوں میں روزہ رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔اور جس طرح مسافر یا بیمار کو قضا دینی

ہوتی ہے۔اسی طرح حاملہ کو وضع حمل کے بعد جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف جاتا رہے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی چاہیے۔قال شیخنا رحمہ اللہ فی شرح الترمذی الظاہر انهما (الحامل والمرضعة) فی حکم المریض فلیزمهما القضاء.

میت کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء: اگر مریض کو رمضان کے بعد صحت ہوگئی۔ یا مرض میں اتنی تخفیف ہوگئی کہ وہ روزہ رکھ سکے۔لیکن اس نے قضا نہیں رکھی پھر بیمار ہوکر مرگیا۔یا مسافر کو سفر ختم ہوجانے کے بعد روزہ کی قضا کا موقع ملا لیکن اس نے قضا نہیں رکھی اور قضاء سے پہلے کسی بیماری یا حادثہ میں انتقال کرگیا تو ان دونوں کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ان کے اولیاء کے ذمہ ضروری ہے۔ارشاد ہے:مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. (صحیحین)

چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینے کے بارے میں جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اگر رمضان کے بعد مریض کی بیماری یا مسافر کا سفر قائم رہا اور ان کو قضاء کا موقع نہیں ملا اور اسی بیماری یا اسی سفر میں ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے اولیاء کے ذمہ ان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں ہے اور نہ فدیہ ہی ہے۔

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لیے شرعی رخصت: وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزوری ہوجانے کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو تو ان کے لیے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (البقرہ:۱۸۳) کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ھی للشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا (بخاری)

روزے کا ثمرہ اور مقصد: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ:۱۸۳) مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی قوموں پر روزے فرض کئے گئے تھے اسی طرح تم پر فرض کئے گئے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ:۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی دلیل ہے پس جو اس مہینہ میں زندہ رہے وہ روزہ رکھے جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھے خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور تاکہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔

قرآن پاک نے روزہ کے حکم کے موقعہ پر ہم کو روزے کے تین نتیجے بتائے ہیں اتقاء، تکبیر، شکر۔ انسانی کاموں کا حقیقی وجود ان کے نتیجوں اور ثمروں کا وجود ہے اگر نتیجہ اور ثمرہ ظاہر نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ وہ کام بھی نہیں ہوا اگر بیمار کو حکیم نے دوا دی لیکن جس فائدے کے لئے دی تھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ حکیم نے دوا نہیں دی اور نہ بیمار نے دوا استعمال کی۔اسی طرح روزہ کو ہمارا روحانی علاج سمجھنا چاہیے پس اگر روزہ سے روحانی شفا یعنی تقوی، تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل، حمد وثنا وغیرہ نہ حاصل ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے اور ایسا روزہ دار فاقہ کش ہے جس کو بھوک و پیاس کی تکلیف کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔خدا کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ (دارمی) کتنے روزے دار ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گذار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کچھ فائدہ نہیں۔

روزے کا پہلا ثمرہ اتقاء بتایا گیا ہے جس کے معنی اصطلاح شرح میں ہر قسم کی جسمانی نفسانی دنیاوی لذائذ اور خواہشات سے جسم اور روح کو محفوظ رکھنے کے ہیں اور یہی روزہ کی حقیقت ہے۔جس کے ساتھ تکبیر، حمد وثنا بھی ہونا چاہیے ہم خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے ارتکاب، نفسانی خواہش کی پیروی، عصیان وطغیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یاد رکھنا چاہیے کہ دل اور روح کا روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب روح وقلب کا روزہ باقی نہیں رہا تو محض جسم کا روزہ بے سود اور غیر مفید ہے۔

اَلصَّائِمُ فِيْ عِبَادَةٍ مِنْ حِيْنَ يُصْبِحُ إِلَى أَنْ يمسی مالم یغتب فاذا اغتاب خرق صومه (دیلمی) روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں رہتا ہے جب تک کسی کی غیبت نہ کرے جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے برے اور بیہودہ لغو باتیں، سرکشی نفس، روزہ کے منافی نہیں ہیں۔لیکن یہ خیال جھوٹا اور غلط ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ إِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ (حاکم، بیهقی) روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں برے اور لغو کام سے بچنے کا نام ہے۔

ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹی باتوں برے عملوں کو روزہ کی صحت کے لئے مضر نہیں خیال کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (بخاری وغیرہ) جو شخص روزے کی حالت میں بھی کذب وزور اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ اس کے لئے روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ روزہ دار حقیقت میں نیکی اور بھلائی کا مجسمہ ہوتا ہے، نہ تو وہ کسی کی غیبت کرتا ہے، نہ لغو بیہودہ عمل کرتا ہے، نہ کذب وزور اور جہالت کے کاموں میں اپنے کو ملوث کرتا ہے، نہ نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے۔إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ (بخاری وغیرہ) تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے اور نہ شور وغل کرے اگر کوئی اس

کو برا کہے یا اس سے آمادہ پیکار ہو تو کہہ دے میں روزے سے ہوں۔

تراویح یا تہجد یا قیام رمضان: تراویح، تہجد، قیام رمضان تینوں ایک چیز ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے، اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم نے آنحضور ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے آخر دہے کی تین راتوں میں ہمارے ساتھ (تراویح کی) نماز (قیام لیل) اس طرح پڑھائی۔ پہلی رات میں اول شب میں ادا کی یہاں تک کہ تہائی رات گذر گئی اور دوسری رات میں نصف شب تک پڑھائی، ہم نے بقیہ نصف شب میں بھی پڑھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: جس نے امام کے ساتھ قیام کیا، اس نے پوری شب کا قیام کیا۔ تیسری رات میں آپ نے آخر شب میں گھر والوں کو جمع کیا۔ اور سب کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی۔ یہاں تک کہ ہم کو ڈر ہوا کہ سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تراویح کو رات کے تینوں حصوں میں ادا فرمایا ہے اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے آخر رات تک اپنے عمل کے ذریعہ بتا دیا، اب تہجد کے لئے کون سا وقت باقی رہا۔ پس تراویح اور تہجد کے ایک ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

"العرف الشذی" (تقریر ترمذی از مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی) میں ہے۔ "لَامَنَا صَ مِنْ اَنَّ تَرَاوِیْحَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَتْ ثَمَانِیَةَ وَلَمْ یَثْبُتْ فِیْ رِوَایَةٍ مِنَ الرِّوَایَاتِ اِنَّهُ علیه السلام صَلَّی التَّرَاوِیْحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰی حِدَةٍ فِیْ رَمَضَانَ الخ"

یعنی اس بات کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نماز تراویح آٹھ رکعت تھی اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضور ﷺ نے نماز تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھا۔ تراویح یا تہجد کا جماعت کے ساتھ یا تنہا مسجد میں یا گھر میں آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ تراویح آخر رات میں پڑھنا جس میں تم سوجاتے ہو اول رات میں پڑھنے سے افضل ہے، مگر اس غفلت، حیلہ سازی، بہانہ جوئی، عذر تراشی کے زمانہ میں مسجد میں اول رات میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کی جائے ورنہ اکثر لوگ اس سے غافل ہو کر چھوڑ بیٹھیں گے اور کبھی پورے قرآن کی تلاوت تو درکنار اس کا سماع بھی نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تراویح باجماعت مسجد میں اول شب میں ہوا کرتی تھی اور آپ نے بھی تین راتوں میں سے پہلی رات میں اول شب میں ادا فرمائی تھی۔

تعداد رکعات تراویح: تراویح کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں: چالیس، چھتیس، چونتیس، اٹھائیس، چوبیس، اڑتیس، بیس، آٹھ، ان اقوال کو عینی وغیرہ نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ ان مختلف اقوال سے اس دعویٰ کی حقیقت واضح ہوگئی کہ بیس رکعت پر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اجماع ہو گیا تھا، ان اقوال مختلفہ میں پچھلا قول یعنی آٹھ رکعت اور وتر کو شامل کر کے کل گیارہ رکعت یہی صحیح ہے اور سنت کے مطابق اور اس کے علاوہ کوئی قول سنت کے موافق نہیں ہے، ہاں اگر کوئی آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، چاہے بیس پڑھے یا چوبیس یا اٹھائیس یا چونتیس یا چالیس یا چھتیس، آٹھ کے بعد سب تعداد برابر ہے۔ بیس کی کوئی خصوصیت نہیں جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے اور نہ یہ سنت عمری ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں کل گیارہ ہی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دلائل گیارہ رکعت تراویح مع وتر: عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَ رَکْعَةً. (صحیحین)۔ یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تراویح (تہجد) گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَکَعَاتٍ وَأَوْتَرَ (طبرانی، محمد بن نصر، ابن خزیمة، ابن حبان)۔
یعنی آنحضرت ﷺ نے ہم کو رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی پھر وتر پڑھا۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ جَاءَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ کَانَ مِنِّی اللَّیْلَةَ شَیْئٌ قَالَ وَمَاذَاکَ یَا اُبَیُّ قَالَ نِسْوَۃٌ فِیْ دَارِیْ قُلْنَ اَنْ لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّیْ بِصَلٰوتِکَ قَالَ فَصَلَّیْتُ بِهِنَّ ثَمَانِ رَکْعَاتٍ وَاَوْتَرْتُ فَکَانَتْ سُنَّةُ الزَّوَائِدِ وَلَمْ یَقُلْ شَیْئًا. (اخرجه ابو یعلی قال البیهقی فی مجمع الزوائد اسناده حسن)۔

حضرت ابی بن کعبؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے رات ایک کام سرزد ہوگیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا: میرے گھر چند عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتیں یعنی زیادہ یاد نہیں رکھتیں۔ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں گی اور قرآن سنیں گی۔ پس میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائی اور وتر ادا کیا، آپ خاموش رہے اور یہ سنت رضا ہوگئی۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدٍ اَنَّهُ قَالَ: اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَتَمِیْمًا الدَّارِیَّ اَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰی عَشَرَ رَکْعَةً الحدیث… (اخرجه مالك فی الموطا وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبة قال النیموی فی آثار السنن: اسناده صحیح)

حضرت عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

بیس رکعت والی کوئی روایت اور اثر صحیح طور سے ثابت نہیں ہے، کما حققه شیخنا فی شرح الترمذی فلیرجع الیه من شاء، علامہ ابن الہمام حنفی اور مولانا عبدالحق دہلوی، مولانا عبدالحئی حنفی اور دیگر علمائے حنفیہ نے بھی بیس رکعت والی مرفوع روایت کو ضعیف بتایا ہے اور گیارہ رکعت کو سنت اور اصل قرار دیا ہے۔

☆☆☆

مختصر فقہِ صیام

الشیخ/عبدالولی عبدالقوی

(۱) ماہ رمضان کے روزوں کا حکم:

ماہ رمضان کے روزے ہر عاقل وبالغ، شرعی رکاوٹ سے خالی مسلمان پر فرض ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرۃ:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔

(۲) ماہ رمضان کے روزے کن پر فرض ہیں؟

ماہ رمضان کے روزے ان مردوں اور عورتوں پر فرض ہیں، جن میں مندرجہ ذیل چھ شرطیں پائی جائیں:

پہلی شرط: اسلام: لہٰذا اس شرط کی بنا پر کافر روزوں کی فرضیت سے خارج ہے، یہاں تک کہ اسلام قبول کرلے، اور اگر اسلام قبول کئے بغیر بحالت کفر روزے رکھے، تو اس کے روزے صحیح نہ ہوں گے۔

دوسری شرط: بلوغت: چنانچہ کسی نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں ہے، یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔

تیسری شرط: عقل: چنانچہ عقل سے محروم دیوانہ شخص پر روزہ فرض نہیں ہے، یہاں تک کہ اس کی عقل واپس آجائے۔

چوتھی شرط: قدرت: لہذا جو شخص بیماری یا کسی اور عذر کے سبب روزے رکھنے سے عاجز ہو، اس پر فی الفور ماہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں، بلکہ قادر ہونے پر ان روزوں کی قضا فرض ہے۔

پانچویں شرط: اقامت: چنانچہ مسافر پر فی الفور روزے فرض نہیں ہیں، بلکہ اس پر ان روزوں کی قضا فرض ہے۔

چھٹی شرط: موانع سے خالی ہونا: چنانچہ حیض ونفاس والی عورتوں پر فی الفور روزے فرض نہیں ہیں، بلکہ ماہ رمضان کے ختم ہوجانے کے بعد ان پر فوت شدہ روزوں کی قضا فرض ہے۔

(۳) روزہ کا شرعی معنی

اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت وبندگی بجالانے کی خاطر صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور روزہ توڑ دینے والی دیگر تمام چیزوں سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔

(۴) روزہ کے ارکان

روزہ کے دو بنیادی ارکان ہیں:

پہلا رکن: روزہ کی نیت کرنا دوسرا رکن: صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ توڑ دینے والی چیزوں سے اجتناب کرنا۔

(۵) روزہ کے مسنون ومستحب آداب

روزہ کے کچھ آداب ہیں، جن کا ایک روزہ دار کو اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) سحری کرنا (۲) سحری میں تاخیر کرنا (۳) افطار میں جلدی کرنا (۴) اگر میسر ہوں تو تازہ کھجوروں سے ورنہ خشک کھجوروں سے اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو پانی سے افطار کرنا، اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو دل میں افطار کی نیت کرلینا (۵) افطار کے وقت اور دوران روزہ دعا کرنا (۶) بکثرت صدقہ کرنا (۷) بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کرنا (۸) استطاعت ہو تو عمرہ کے لئے جانا (۹) گالی گلوچ سے پرہیز کرنا (۱۰) لیلۃ القدر کی تلاش کرنا (۱۱) آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا (۱۲) آخری عشرہ میں اعمال صالحہ کا مزید اہتمام کرنا

(۶) بحالت روزہ مکروہ امور

بحالت روزہ بعض امور مکروہ ہیں، جن سے ایک روزہ دار کو اجتناب کرنا چاہیے تاکہ روزہ دار روزہ کے مکمل ثواب سے سرفراز ہوسکے:

(۱) بحالت روزہ مبالغہ سے ناک میں پانی چڑھانا
(۲) بیوی کو بوسہ دینا یا بغل گیر ہونا اگر نفس پر قابو نہ ہو
(۳) بحالت روزہ بلاضرورت کھانے کا نمک چکھنا

(۷) بحالت روزہ حرام امور

(۱) جھوٹ بولنا (۲) گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا کرنا
(۳) بحالت روزہ گانا بجانا، فلمیں اور عریاں تصویریں وغیرہ دیکھنا
(۴) فضول باتیں اور بدزبانی کرنا

(۸) بحالت روزہ جائز امور

(۱) مباشرت کے سبب جنابت کی حالت میں صبح کرنا
(۲) گرمی یا پیاس کی شدت سے غسل کرنا یا سر پر پانی بہانا
(۳) مسواک کرنا
(۴) ہلکی تاثیر والے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا
(۵) خوشبو یا عطر وغیرہ سونگھنا

(۶) بحالت روزہ خون ٹیسٹ کروانا
(۷) درد وغیرہ کی تسکین کے لئے انجکشن لگوانا
(۸) سانس کے مریضوں کا آکسیجن استعمال کرنا
(۹) سرمہ لگانا یا آنکھ یا کان میں دواڈالنا
(۱۰) بحالت روزہ بوقت ضرورت کھانے کا نمک چکھنا
(۱۱) بیوی کو بوسہ دینا یا بغل گیر ہونا اگر نفس پر قابو ہو

(۹) روزہ کو باطل کر دینے والے امور

درج ذیل امور کے ارتکاب سے روزہ باطل ہو جاتا ہے:

(۱) بحالت روزہ بیوی سے جماع کرنا
(۲) بالارادہ منی خارج کرنا
(۳) جان بوجھ کر بالقصد کھانا یا پینا
(۴) خون چڑھوانا
(۵) غذا آور یا طاقت کا انجکشن لگوانا
(۶) جان بوجھ کر بالقصد قے کرنا
(۷) حیض یا نفاس کا خون آنا

(۱۰) ترک صیام رمضان کے جائز اسباب

پہلا سبب: بیماری

اگر بیمار کو روزہ رکھنے سے مشقت لاحق ہوتی ہو تو شریعت اسلامیہ نے اسے ترک صیام کی اجازت دی ہے، البتہ معمولی بیماری جسمیں روزہ رکھنے سے کوئی مشقت لاحق نہ ہوتی ہو، جیسے سر درد، زکام، ہلکا بخار وغیرہ تو ایسے بیمار کے لئے ترک صیام کی اجازت نہیں ہے، بیماری کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسی بیماری جس سے شفایابی کی امید ہو:

ایسا بیمار اپنی بیماری کے ایام میں روزے ترک کردے اور رمضان کے ختم ہوجانے اور بیماری سے شفایابی کے بعد فوت شدہ روزوں کی قضا کرے۔

دوسری قسم: ایسی بیماری جس سے شفایابی کی امید نہ ہو:

ایسا بیمار شخص عدم استطاعت کی وجہ سے روزے چھوڑ دے اور ہر دن کے روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، یا تو مسکین کو گھر بلا کر دو پہر یا رات کا کھانا کھلا دے یا اس کے گھر بھیج دے یا اتنے دنوں کا غلہ زیادہ استعمال ہونے والی خوراک میں سے مسکینوں کو دے دے، ہر مسکین کو تقریباً ڈیڑھ کلو دے۔

دوسرا سبب: سفر

جو شخص تقریباً اَسی (۸۰) کیلو میٹر یا اس سے زیادہ یا اس مسافت کا سفر کرے، جسے عرف عام میں سفر کہا جاتا ہو، اسے شرعاً ترک صیام کی اجازت ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿...فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرۃ:۱۸۴) لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔

تیسرا سبب: حیض ونفاس

عورت بحالت حیض ونفاس روزے ترک کردے اور رمضان کے ختم ہونے اور پاکی حاصل ہوجانے کے بعد فوت شدہ روزوں کی قضا کرے۔

چوتھا سبب: حمل ورضاعت

عورت جب حمل کی حالت میں ہو یا بچے کو دودھ پلا رہی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اسے اپنی یا اپنے بچے کی جان کا یا دودھ کے خشک ہوجانے کا اندیشہ ہو، تو روزے چھوڑ دے اور ماہ رمضان کے بعد ولادت ونفاس اور رضاعت سے فارغ ہوکر فوت شدہ روزوں کی قضا کرلے۔

پانچواں سبب: بڑھاپا

وہ بوڑھے مرد اور عورتیں جو انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے سے عاجز ہوں، تو وہ ماہ رمضان میں روزے چھوڑ دیں اور ہر دن کے روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

چھٹا سبب: مجبور کیا جانا

جسے دشمن یا کوئی شخص روزہ توڑنے پر مجبور کرے اور نہ توڑنے کی صورت میں قتل یا مال واولاد پر ظلم وزیادتی کی دھمکی دے اور وہ ایسا کرنے پر قادر ہو، تو ایسے شخص کے لئے بسبب مجبوری روزہ توڑنا جائز ہے، وہ رمضان کے بعد اس روزہ کی قضا کرے۔

(۱۱) نفل روزے

(۱) رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنا
(۲) حجاج کے علاوہ باقی لوگوں کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا
(۳) نویں یا گیارہویں کے ساتھ دسویں محرم کا روزہ رکھنا
(۴) ماہ محرم میں بکثرت روزے رکھنا
(۵) ماہ شعبان میں بکثرت روزے رکھنا
(۶) دوشنبہ اور جمعرات کو روزہ رکھنا
(۷) ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا (افضل یہ ہے کہ یہ تین روزے ایام بیض (یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کو رکھے جائیں)
(۸) صوم داؤدی (ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا)
(۹) موسم سرما میں بکثرت روزے رکھنا
(۱۰) وہ شخص جس کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہو
(۱۱) وہ نوجوان جو اپنے بارے میں زنا سے ڈرے، وہ روزہ رکھے
(۱۲) ماہ محرم کا روزہ رکھنا

(۱۲) مکروہ روزے

(۱،۲،۳) صرف جمعہ یا سنیچر یا اتوار کے دن کا روزہ رکھنا
(۴) صرف ماہ رجب میں روزے رکھنا

(۵) لگاتار پورے سال کا روزہ رکھنا

(۶) صوم وصال (یعنی افطاری کئے بغیر کئی دن کے روزے ملا دینا)

(۷) شعبان کے آخری ایام کا روزہ رکھنا

(۸) حجاج کا میدان عرفات میں عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا

(۱۳) حرام روزے

(۱) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا

(۲) ایام تشریق کے تین دنوں میں روزہ رکھنا

(۳) شک کے دن کا روزہ رکھنا

(۴) حیض یا نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا

(۵) شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے رکھنا

(۱۴) اعتکاف کا حکم:

مردوں اور عورتوں کے لئے اعتکاف سنت ہے۔ لہذا مردوں کی طرح عورت بھی اپنے شوہر کی اجازت سے اعتکاف کرسکتی ہے، بشرطیکہ اس کی عزت وآبرہ کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

(۱) اعتکاف کی جگہ:

اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرۃ:۱۸۷)

لہذا عورت کی بھی جائے اعتکاف مسجد ہی ہے۔

(۲) اعتکاف کا وقت اور مدت:

بنیادی طور پر اعتکاف کے لئے کوئی وقت یا مدت متعین نہیں، جس وقت اور جتنی مدت کے لئے بندہ مسلم چاہے اعتکاف کرسکتا ہے، البتہ ماہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف افضل اور تاکیدی ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر مداومت برتی ہے۔

(۳) معتکف (جائے اعتکاف) میں داخل ہونے اور نکلنے کا وقت:

معتکف (جائے اعتکاف) میں داخل ہونے کے سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ بیسویں رمضان کو غروب آفتاب سے قبل مسجد میں داخل ہو اور اکیسویں کی فجر سے اپنے خیمہ میں علاحدگی اختیار کرکے عبادت میں مشغول ہوجائے، اور جب عید کا چاند طلوع ہوجائے، تو اب رمضان ختم ہوگیا وہ اپنے اعتکاف سے نکل جائے۔

(۱۵) زکاۃ الفطر

زکاۃ الفطر ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا مرد ہو یا عورت، اس کا نہ دینا حرام، باعث گناہ ہے، لہذا گھر کا سرپرست اپنی جانب سے اور ان افراد کی جانب سے زکاۃ الفطر نکالے جن کی کفالت کا وہ ذمہ دار ہے۔

(۱) زکاۃ الفطر کی حکمت:

ماہ رمضان کے روزوں کے خاتمہ پر زکاۃ الفطر کو دو اہم مقاصد کے تحت فرض قرار دیا:

پہلا مقصد: بحالت روزہ روزہ دار سے ہوئی غلطیوں کی تلافی کے لئے

دوسرا مقصد: مفلس لوگوں کو عید کی مسرتوں میں شامل کرنے اور انھیں اس دن گداگری سے بچانے کے لئے

(۲) زکاۃ الفطر کی مقدار:

زکاۃ الفطر کی مقدار ایک صاع ہے، جو تقریبا ڈھائی کیلو غلہ کے مساوی ہے، لہذا زیادہ استعمال ہونے والی خوراک میں سے ہر شخص کی جانب سے یہ مقدار نکالی جائے۔

(۳) زکاۃ الفطر کی ادائیگی کا وقت:

(۱) واجبی وقت: رمضان المبارک کے آخری دن کا سورج غروب ہوجانے پر زکاۃ الفطر کی ادائیگی واجب ہوجاتی ہے۔

(۲) مستحب اور افضل وقت: زکاۃ الفطر کی ادائیگی کا افضل اور مستحب وقت لوگوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے قبل ہے۔

(۳) جائز وقت: زکاۃ الفطر کا عید سے ایک دو دن پہلے دے دینا جائز ہے۔

(۴) ممنوع اور غیر مقبول وقت: بلا کسی عذر کے زکاۃ الفطر کو نماز عید کے بعد دینا ناجائز ہے، وہ زکاۃ الفطر نہیں، بلکہ عام صدقہ ہے۔

(۱۶) نماز عیدین

اہل علم کے راجح قول کے مطابق نماز عیدین ہر عاقل وبالغ مسلمان مرد پر فرض ہے، اس کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سورج کے ایک نیزہ بلند ہوجانے کے بعد سے لے کر زوال آفتاب تک ہے، نماز عیدین کا آبادی سے باہر کھلی جگہ پر ادا کرنا مسنون ہے، البتہ بوجہ ضرورت جامع مسجد میں ادا کرنا جائز ہے۔

(۱) عیدین کی نماز کا طریقہ:

عیدین کی نماز دو رکعت ہے، جس کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور دعائے ثنا کے بعد سات زائد تکبیریں کہی جائیں اور دوسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد پانچ زائد تکبیریں کہی جائیں، پھر باقی کو عام نمازوں کی طرح مکمل کیا جائے۔

(۲) عیدین کے مسنون ومستحب آداب:

(۱) عیدین کے دن غسل کرنا، خوشبو استعمال کرنا اور مسواک کرنا مستحب ہے۔

(۲) عید کے لئے اچھے کپڑے زیب تن کرنا مستحب ہے۔

(۳) سنت یہ ہے کہ عید الفطر میں طاق کھجوریں کھا کر عیدگاہ کے لئے نکلا جائے اور عیدالاضحیٰ میں بغیر کچھ کھائے نکلا جائے اور عیدگاہ سے لوٹ کر اپنی قربانی سے کچھ کھایا جائے۔

(۴) عیدین کے لئے تکبیرات پکارتے ہوئے پیدل چل کر جانا مسنون ہے۔

(۵) سنت یہ ہے کہ عیدگاہ ایک راستہ سے جایا جائے اور دوسرے راستہ سے واپس آیا جائے۔

☆☆☆

احسان الٰہی احمد مولوی سلفی، سورت گجرات

رمضان المبارک اور اس میں کیے جانے والے اہم اعمال

رمضان المبارک خیر و برکت کا مہینہ ہے، ہر اعتبار سے انسان کے لیے سہولت لے کر آتا ہے، اس مہینے میں دیگر مہینوں کے مقابلے میں اعمال کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان المبارک میں سب سے اہم عبادت روزہ رکھنا ہے، جسے اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ [البقرۃ ۱۸۳] اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔

مزید ایک جگہ ارشاد فرمایا: فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ [البقرۃ: ۱۸۵] پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے، وہ اس کے روزے رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے روزہ رکھنے والوں کے لیے خصوصی انعام کا وعدہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہش اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ (رواہ البخاری: ۷۴۹۲)

روزہ رکھنے کا ثواب : جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ البخاری (۳۸)، و مسلم (۷۶۰)

روزہ دار کے لیے دو خوشیاں : روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی اس وقت جب وہ روزہ افطار کرتا ہے، اور دوسری خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ (البخاری ۷۴۹۲) ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ رمضان کا روزہ اسلام کی ایک عظیم عبادت ہے جو بندے کو تقویٰ، مغفرت اور اللہ کی قربت تک پہنچاتی ہے۔ رمضان المبارک کی راتوں کو عبادت، بالخصوص قیامِ رمضان (نمازِ تراویح) کے ذریعے آباد کرنا بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (البخاری (۳۷)، و مسلم (۷۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی راتوں میں قیام کی ترغیب دی اور خود بھی چند راتیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جماعت کے ساتھ قیام فرمایا، لیکن امت پر اس کے فرض ہو جانے کے اندیشے کے پیش نظر اس کو مستقل طور پر جاری نہیں رکھا۔ بعد ازاں جب یہ اندیشہ باقی نہ رہا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک امام کے پیچھے جمع کر کے نمازِ تراویح کو باقاعدہ اور منظم شکل دی۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں آتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات رمضان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گیا۔ وہاں دیکھا کہ لوگ الگ الگ جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے؛ کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے چند لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ (البخاری (۲۰۱۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پختہ ارادہ کیا اور سب کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر میں ایک دوسری رات ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک ہی قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے، اور جس نماز (رات کے آخری حصے کی) سے لوگ سو جاتے ہیں، وہ اس نماز سے بہتر ہے جسے وہ (رات کے ابتدائی حصے میں) ادا کر لیتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا، جبکہ لوگ رات کے آغاز میں قیام کیا کرتے تھے۔ ان نصوص اور آثار سے واضح ہوتا ہے کہ قیامِ رمضان، بالخصوص نمازِ تراویح، ایک عظیم سنت اور باعثِ مغفرت عبادت ہے جسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوری امت کے لیے زندہ رکھا۔ اس مہینے کی سب سے نمایاں عبادت تلاوتِ قرآن ہے، کیونکہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ [البقرۃ ۱۸۵] رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں تلاوتِ قرآن کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے: ساتھ ہی ساتھ سخی بھی ہو جایا کرتے تھے یعنی کثرت سے اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جاتی تھی، خاص طور پر اس وقت جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کرنے میں بارش میں چلنے والی تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔ (صحیح بخاری: ٦) صحیح مسلم (۲۳۰۸) رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن پاک کرنے کی کوشش کریں مزید اس میں تدبر بھی کریں اور عمل بھی کریں۔ مزید اس حدیث کے مطابق زیادہ سے زیادہ اللہ کے راستے میں خرچ بھی کریں۔

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

مولانا آصف تنویر تیمی

رمضان المبارک کے روزے کے بیس اہم فائدے

ہم پر خیر و برکت کا موسم سایہ فگن ہو چکا ہے، فضیلت والے دن آ چکے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، برکتیں بڑھتی ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، لغزشیں معاف کی جاتی ہیں اور نیکیاں کئی گنا بڑھا دی جاتی ہیں۔اور جو گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت وحق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی روشن دلیلیں رکھتا ہے۔''(البقرۃ: 185)اور فرمایا:''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''(البقرۃ: 183)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔''(صحیح بخاری[1899])

خلاصہ یہ کہ رمضان المبارک سراپا خیر و برکت کا مہینہ ہے اس مہینے کے بے شمار فائدے ہیں جن کا قرآن وحدیث سے پتہ چلتا ہے۔ذیل میں مختصراً چند اہم فائدوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے تاکہ مسلمانان ان فائدوں سے اپنے دامن مراد کو بھر سکیں۔

(1) رمضان میں گناہوں کی معافی کا عظیم ذریعہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک، ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوتے ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔''(صحیح مسلم[233])اور فرمایا:''جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے شبِ قدر میں قیام کیا، اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''(بخاری، مسلم)اور ایک روایت میں ہے:''جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''(بخاری[2014])ایماناً کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو حق سمجھتے ہوئے روزہ رکھے۔اور احتساباً کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے۔

(2) رمضان کی پہلی رات کی عظیم خوشخبری: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔اور ایک منادی پکارتا ہے: اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے شر کے طالب! رک جا۔اور اللہ تعالیٰ ہر رات بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔''(سنن ترمذی[682] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے) رمضان کی قدر نہ کرنے والے کی محرومی: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔''(سنن ترمذی[3534]، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

(3) روزہ: عظیم عبادت اور بے مثال اجر: روزہ ایک عظیم عبادت ہے جس کا اجر بہت زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے خاص اپنے لیے منتخب فرمایا ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے:''آدمی کا ہر عمل اسی کے لیے ہے، سوائے روزے کے، وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔''اور فرمایا:''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں:(1)افطار کے وقت خوشی (2)اپنے رب سے ملاقات کے وقت خوشی۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(4) رمضان: صبر کا مہینہ: رمضان صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔''(الزمر: 10)اور فرمایا:''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''(البقرۃ:153)

(5) رمضان میں عبادت اور مجاہدہ: حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''مومن کے لیے رمضان میں دو جہاد جمع ہو جاتے ہیں: دن میں روزے کے ساتھ نفس سے جہاد، اور رات میں قیام کے ساتھ جہاد۔جو ان دونوں کو جمع کر لے، اسے بے حساب اجر دیا جاتا ہے۔''(لطائف المعارف ص 171)

(6) تراویح کی فضیلت: تراویح رمضان کے قیام میں سے ہے اور اس کا اجر عظیم ہے۔اور بہتر یہ ہے کہ آدمی امام کے ساتھ آخر تک نماز پڑھے تاکہ اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے۔

(7) روزے کی شفاعت: روزہ قیامت کے دن بندے کی سفارش کرے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے:''روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔روزہ کہے گا: اے رب! میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور خواہشات سے روکے رکھا، پس میری سفارش قبول فرما۔''(مسند احمد، علامہ البانی نے اس کو صحیح الجامع میں ذکر کیا ہے)

(8) جنت میں روزہ داروں کے لیے خاص دروازہ: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریّان کہا جاتا ہے، اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر کوئی اوراس سے داخل نہ ہو سکے گا۔'' (صحیح بخاری (1896) وصحیح مسلم (1152))

(9) رمضان: تقویٰ کی تربیت کا مہینہ: رمضان تربیت اور تقویٰ کا مہینہ ہے۔ تقویٰ یہی ہے کہ بندہ اللہ کی ناراضی اور عذاب سے بچنے کے لیے اس کی اطاعت کرے اور گناہوں سے بچے۔ تقویٰ کے ذریعے بندے کو اللہ کی محبت، ولایت، حفاظت، آسانی، گناہوں کی معافی اور دنیا وآخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزہ ویسے ہی فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تمہارے اندر اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے'' (البقرہ:183)

روزہ مسلمان کو اللہ کی نگرانی کا احساس سکھاتا ہے، حرام سے روکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔'' (بخاری) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روزہ صرف دن میں بھوکا رہنے کا نام نہیں، بلکہ اصل اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔'' (الزہد الکبیر للبیہقی [964])

روزہ مسلمان کو اپنے نفس پر قابو پانے، اپنے اعضاء کی حفاظت کرنے، خواہشات کو توڑنے، شیطان کے راستے بند کرنے، غصے کو پی جانے، لوگوں کی اذیت پر صبر کرنے، اور نفس کو برے اخلاق اور ناپسندیدہ عادات سے پاک کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہی روزہ نفس کے لیے زکوٰۃ اور طہارت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ ڈھال ہے، پس جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو نہ فحش بات کرے، نہ شور و جھگڑا کرے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔'' (صحیح بخاری [1894]) (جُنَّۃ) یعنی گناہوں سے روکنے والا پردہ اور جہنم میں جانے سے بچانے والی حفاظت۔

روزہ دنیا میں گناہوں سے بچاؤ ہے، کیونکہ یہ خواہشات کو توڑتا اور اعضاء کی حفاظت کرتا ہے۔ اور آخرت میں آگ سے بچاؤ ہے، کیونکہ یہ نفس کی خواہشات کو دباتا ہے جو شیطان کے ہتھیار ہیں۔ روزے کا ظاہر اور باطن دونوں قوتوں کی حفاظت میں عجیب اثر ہے۔ یہ دل اور اعضاء کو درست رکھتا ہے اور شہوات کے غلبے سے جو فساد پیدا ہوتا ہے اس کا علاج کرتا ہے۔ لہٰذا یہ تقویٰ کے حصول میں سب سے بڑی مدد ہے۔

جب روزہ دار کے دل میں تقویٰ مضبوط ہوتا ہے تو اس کا اثر اس کے اعضاء پر ظاہر ہوتا ہے جیسے: اللہ کی اطاعت۔ حرام سے بچاؤ۔ تقدیر پر رضا۔ مصیبت پر صبر۔ نعمت پر شکر۔ قول وعمل میں سچائی۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: ''جب تم روزہ رکھو تو تمہاری سماعت، تمہاری نگاہ اور تمہاری زبان جھوٹ اور گناہوں سے بچی رہے، اور خادم کو اذیت نہ دو۔ روزے کے دن تم پر وقار اور سکون ہو، اور روزے کا دن اور افطار کا دن برابر نہ ہو۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ [8973])

(10) رمضان سچی توبہ کا مہینہ ہے: رمضان سچی توبہ، اللہ کی طرف رجوع، گناہوں کو چھوڑ دینے، ان پر ندامت کرنے اور دوبارہ نہ لوٹنے کے عزم کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔'' (النور:31)

(11) رمضان قرآن کا مہینہ ہے: جو شخص اس مہینے میں فائدہ نہ اٹھائے وہ کب فائدہ اٹھائے گا؟ اور جو اس مہینے میں اللہ کی مغفرت نہ پائے وہ کب پائے گا؟ اور جو اس مہینے کی بھلائی سے محروم رہا وہ واقعی محروم ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، لوحِ محفوظ سے بیت العزۃ (آسمانِ دنیا) تک ایک ہی بار اتارا گیا، پھر لیلۃ القدر میں نازل ہونا شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا۔'' (القدر:۱) اور فرمایا: ''بے شک ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا۔'' (الدخان:3)

رمضان قرآن کے لیے بہترین موسم ہے اس میں ہم: تلاوت، مطالعہ، تدبر، سیکھنا، اور قرآن پر عمل کی تربیت کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھاتے ہیں، اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔'' (العنکبوت:۶۹) سلف صالحین رمضان میں نماز کے اندر اور باہر قرآن کی کثرت سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ جب رمضان آتا تو وہ سب کچھ چھوڑ کر قرآن کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

سلف صالحین میں سے بعض تین دن میں ختم کرتے، بعض سات دن میں، اور بعض رمضان کے آخری عشرے میں ہر رات ختم کرتے تھے۔ یہ اللہ کی برکت ہے جو ان کے اوقات اور اعمال میں تھی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا وہ اسے سمجھ نہ سکا۔'' (سنن ابوداود [۱۳۹۰] علامہ البانیؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

قرآن کی تلاوت میں زیادہ محنت فضیلت والے اوقات میں کرنی چاہیے: رمضان میں خصوصاً آخری عشرے میں، یا فضیلت والی جگہوں میں، جیسے مکہ، اسی لیے امام احمد اور اسحاق وغیرہ کا قول ہے کہ ایسے مواقع میں تلاوت کی کثرت مستحب ہے۔

(12) اللہ کا ذکر دلوں کی زندگی ہے: اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کی زندگی، پاکیزگی اور اطمینان ہے۔ یہ شیطان کو بھگاتا اور خطاؤں کو مٹاتا ہے۔ اہلِ ذکر قیامت کے دن عظیم فضل کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو

تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔‘‘(الجمعہ:10)اور فرمایا:’’اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔‘‘(الأحزاب:35)

روزہ دار کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کا ذکر زیادہ کرے، خصوصاً: صبح وشام کے اذکار، نمازوں کے بعد، مختلف اوقات میں۔اور باقی رہنے والی نیکیاں یہ ہیں:’’سبحان اللہ، الحمد للہ، لا إلہ إلا اللہ، اللہ اکبر‘‘ یہ جنت کے پودے ہیں اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین کلمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے ان فوائد سے ہمیں مالا مال ہونے کی توفیق بخشے۔آمین

(13):دعا عبادت ہے: دعا ہی اصل عبادت ہے، اور یہ مومن کا ہتھیار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والی چیز دعا ہے اور یہ اللہ کے حکم کی بجا آوری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔’’تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔‘‘(غافر: 60)اور اللہ تعالیٰ نے روزے کی آیات کے درمیان دعا کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:’’اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔‘‘(البقرۃ:186)

حدیث میں ہے:’’تین دعائیں رد نہیں ہوتیں: روزہ دار کی دعا افطار تک، عادل امام کی دعا، اور مظلوم کی دعا۔‘‘(سنن ترمذی[3598]اس حدیث کی سند صحیح ہے)ایک اور حدیث میں ہے:’’رمضان میں اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے، اور ہر بندے کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔‘‘(مسند احمد[۷۴۵۰]علامہ البانی نے اس کو صحیح الجامع میں صحیح قرار دیا ہے)

روزہ دار کو چاہیے کہ دعا کے ذریعے اللہ کے سامنے عاجزی کرے، اور قبولیت کے اوقات وحالات کو غنیمت جانے، جیسے: سجدے کی حالت، رات کا آخری تہائی حصہ، افطار کے وقت، وتر کی دعا (قنوت)، اذان اور اقامت کے درمیان، رمضان کے آخری عشرے میں۔اور جو شخص بار بار اللہ کے دروازے پر دستک دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کے لیے دروازہ کھول دیا جائے۔

(14)رمضان سخاوت اور صدقہ کا مہینہ ہے: رمضان خرچ کرنے، صدقہ، سخاوت اور حاجت مندوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ کی سخاوت تیز ہوا سے بھی زیادہ بڑھ جاتی۔ہمیں بھی آپ ﷺ کو اپنا نمونہ بنانا چاہیے۔

(15)رمضان میں صدقہ کی فضیلت: ابوبکر بن ابی مریم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کہتے تھے:’’جب رمضان آئے تو کھانا کھلاؤ اور خرچ میں وسعت کرو، کیونکہ اس مہینے میں اللہ کی راہ میں خرچ کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔‘‘(فضائل رمضان لابن ابی الدنیا ص 25)امام زہری رحمہ اللہ کہتے تھے:’’رمضان قرآن کی تلاوت اور کھانا کھلانے کا مہینہ ہے۔‘‘(لطائف المعارف لابن رجب، ص171)

صدقہ بہترین عبادات میں سے ہے، یہ ایمان کی دلیل ہے، قیامت کے دن سایہ بنے گا، اللہ کے عذاب سے بچائے گا، گناہوں کو مٹائے گا، بیماریوں اور مصیبتوں کو دور کرے گا، اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، مال میں برکت اور رزق میں اضافہ کرتا ہے، اور اللہ اس کا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

(16): رمضان میں روزہ دار کو افطار کرانا: رمضان میں بھلائی کا ایک عظیم عمل یہ ہے کہ روزہ داروں کو افطار کرایا جائے۔ حدیث میں ہے:’’جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا، اسے بھی روزہ دار کے برابر اجر ملے گا، اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔‘‘(سنن ترمذی[۸۰۷]علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

(17)رمضان صلہ رحمی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا مہینہ: رمضان صلہ رحمی، معافی اور نرم دلی کا مہینہ ہے۔ تمہاری عبادت، قرآن، صدقہ اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ سب سے بڑھ کر تمہیں نیکیوں میں سبقت دلائے۔ جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے، اللہ اس کے رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت عطا فرماتا ہے اور اسے مصیبتوں سے بچاتا ہے۔

(18)روزہ غریبوں کی بھوک یاد دلاتا ہے: رمضان کا روزہ اللہ کی نعمتوں کی یاد دہانی ہے اور عملی طور پر بھوک اور فقر کا احساس دلاتا ہے۔ جو شخص دن بھر بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے، وہ محتاجوں پر رحم کرتا ہے اور ان پر صدقہ کرتا ہے۔

(19)رمضان امت میں اتحاد پیدا کرتا ہے: رمضان امت کو اتحاد اور اتفاق کا درس دیتا ہے، تفرقہ اور اختلاف سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:’’مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔‘‘(الحجرات: 10)اور فرمایا:’’مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں‘‘۔(التوبۃ: 71)مسلمان ایک ساتھ روزہ رکھتے ہیں، ایک ساتھ افطار کرتے ہیں، ایک اذان پر جمع ہوتے ہیں اور تراویح میں شریک ہوتے ہیں۔

(20)رمضان میں عمرہ مستحب ہے: عمرہ عظیم عبادت ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے، اور رمضان میں اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:’’رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے (یا میرے ساتھ حج کے برابر)‘‘(صحیح بخاری[1863])۔

رمضان میں عبادت میں جدوجہد کرنا، رات دن زیادہ نیک اعمال کرنا، نماز، قرآن، جماعت، مسجد کی حاضری، صدقہ اور آخری عشرے میں اعتکاف کی کوشش کرنا چاہیے۔ رمضان عظیم موقع ہے، اسے غفلت، سستی، فضول باتوں اور گناہوں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ یہ نیکیوں کے دن ہیں، کامیاب تجارت کے ایام ہیں۔ جو اس مہینے میں نفع نہ اٹھا سکا وہ بڑا بدنصیب انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مہینے کی نیکیوں کو جمع کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

رمضان المبارک کے موقع پر اپنے صدقات و خیرات کا ایک حصہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کو دینا نہ بھولیں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ہندوستان میں اہل حدیثوں کا نمائندہ پلیٹ فارم ہے، جو اپنے اہداف و مقاصد کی روشنی میں منصوبوں اور عزائم کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ اس کی دعوتی وتبلیغی، تعلیمی وتربیتی، علمی وتحقیقی، تحریری وصحافتی اور رفاہی وسماجی خدمات کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے۔ سیمیناروں، کانفرنسوں اور مسابقوں کا انعقاد، مختلف زبانوں میں جرائد ورسائل کی طباعت، تفسیر، حدیث نیز اہم ترین دینی وتربیتی اور نصابی کتابوں کی اشاعت کا کام پابندی سے ہو رہا ہے۔ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا ئی دہلی کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل اور اہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی کی چوتھی منزل کی تسقیف (چھت کی ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے۔ جن کی وجہ سے جمعیت کے مصارف بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد اہل خیر حضرات اور محسنین ومخلصین کے تعاون سے ہی انجام پا رہے ہیں۔ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں، پھر اپنے محسنین ومخلصین کے بھی، جنھوں نے کسی نہ کسی ناحیہ سے مرکزی جمعیت کی تعمیر وترقی میں حصہ لیا ہے اور اس کے منصوبوں کی تکمیل میں آج بھی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تمام اہل خیر محسنین ومخلصین سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر مرکزی جمعیت کے تمام شعبوں کی فعالیت کو برقرار رکھنے اور تعمیراتی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لیے جمعیت کے ذمہ داروں اور کارکنوں کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اگر ان میں سے کوئی آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تو اپنا تعاون براہ کرم مرکزی جمعیت کے دفتر کو ارسال فرمائیں۔ اللہ آپ کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

ڈرافٹ یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں۔

A/c No.629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk Branch

(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

منجانب: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

تراویح چند ایام میں ختم کرنے کی روش: لمحہ فکریہ

ماہِ رمضان وہ مقدس اور نورانی مہینہ ہے جس کی آمد سے قبل ہی اہلِ ایمان کے دلوں میں شوق و محبت کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ جیسے ہی اس کے بابرکت ایام قریب آتے ہیں، فضا میں ایک روحانی سرور گھل جاتا ہے اور ہر مومن کا دل بے اختیار یہ دعا کرنے لگتا ہے: ''اللھم بلّغنا رمضان'' یعنی اے پروردگار! ہمیں رمضان تک پہنچادے۔ یہ دعا دراصل ایک سچے مومن کی تڑپ، اس کی امیدوں اور اس کی روحانی پیاس کی ترجمان ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ مہینہ محض دنوں اور راتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ رحمتوں کی بارش، مغفرت کی نوید اور نجات کا پروانہ لے کر آتا ہے۔

رمضان المبارک کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دیگر تمام مہینوں پر نمایاں فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں نیکیوں کے اجر کو کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، خطاؤں کو معاف کیا جاتا ہے، اور بندے کو اپنے رب سے قریب ہونے کے بے شمار مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ گویا یہ مہینہ ایک ایسی روحانی بہار لے کر آتا ہے جس میں ایمان تازہ ہوتا ہے، دل نرم پڑ جاتے ہیں اور بندہ اپنے خالق کی طرف پہلے سے زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے۔

اس مبارک مہینے میں عبادتوں کی ایک دل آویز فضا قائم ہو جاتی ہے۔ سحری کی خاموش اور پُرسکون ساعتیں بندے کو اپنے رب سے سرگوشیاں کرنے کا موقع دیتی ہیں، جبکہ افطار کا لمحہ شکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہوتا ہے۔ تلاوتِ قرآن سے گھروں اور مسجدوں میں نور پھیل جاتا ہے، ذکر و اذکار سے زبانیں معطر ہو جاتی ہیں، صدقہ و خیرات سے معاشرے میں ہمدردی اور اخوت کی خوشبو پھیلتی ہے، اور نوافل انسان کے شوقِ عبادت کا پتہ دیتے ہیں۔ روزہ محض بھوک اور پیاس کا نام نہیں، بلکہ یہ نفس کی تربیت، صبر کی مشق اور تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یعنی رمضان بندے کی ظاہری و باطنی اصلاح کے لیے ایک جامع تربیتی نظام لے کر آتا ہے۔

انہی بابرکت اعمال میں ایک نہایت اہم اور روح پرور عبادت نمازِ تراویح ہے، جو درحقیقت قیامُ اللیل ہی کی ایک حسین صورت ہے۔ رات کی تاریکی میں اللہ کے حضور کھڑا ہونا، اس کی آیات کو خشوع کے ساتھ سننا اور اس کے سامنے جھک جانا یہ وہ سعادت ہے جو مومن کے دل کو نور سے بھر دیتی ہے۔ اگرچہ قیامُ اللیل سال بھر باعثِ فضیلت ہے، لیکن رمضان میں اس کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غُفر له ما تقدم من ذنبه'' یعنی جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام کیا، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری/37، صحیح مسلم/759)

یہ بشارت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تراویح محض ایک عبادت نہیں بلکہ مغفرت کا ذریعہ اور قربِ الٰہی کا راستہ ہے۔ اس کا اصل مقصد قرآن سے گہرا تعلق پیدا کرنا، دل میں عاجزی پیدا کرنا اور بندے کو اپنے رب کے حضور جھکنے کا سلیقہ سکھانا ہے۔

مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور میں ایک ایسا رجحان پروان چڑھ رہا ہے جو عبادت کی روح سے زیادہ اس کی ظاہری تکمیل پر زور دیتا ہے۔ یہ روش اب آہستہ آہستہ ایک عام روایت بنتی جا رہی ہے، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ اسے قابلِ اصلاح سمجھنے کے بجائے باعثِ فخر تصور کرنے لگے ہیں۔ شہر ہو یا دیہات، رمضان کی آمد کے ساتھ ہی جگہ جگہ تین روزہ، پانچ روزہ، سات روزہ، دس روزہ یا پندرہ روزہ تراویح کے اعلانات بینروں اور پوسٹروں کی صورت میں نظر آنے لگتے ہیں۔

ایسے مواقع پر عموماً کسی حافظِ قرآن کو معاوضے پر مقرر کیا جاتا ہے اور ان سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ نہایت مختصر مدت میں قرآنِ کریم مکمل سنا دیں۔ چنانچہ یہ تراویح اکثر فلیٹوں، عالی شان گھروں، دفاتر، بنگلوں اور کوٹھیوں میں منعقد ہوتی ہیں۔ مزید قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اس نوع کے انتظامات زیادہ تر وہ افراد کرتے ہیں جو مالی اعتبار سے خوش حال ہوتے ہیں۔ وہ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ چند دنوں میں قرآن ختم کر لینا گویا رمضان المبارک کے تقاضوں کو پورا کر دینے کے مترادف ہے، اور یوں وہ اپنے آپ کو صلاۃِ تراویح جیسی عظیم عبادت کی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھنے لگتے ہیں۔

لیکن جب اس طرزِ عمل کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کئی بڑے مفاسد پوشیدہ ہیں اور بہت سی عظیم نیکیوں کی روح مجروح ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ افسوس کہ یا تو اس پہلو کی طرف توجہ نہیں جاتی، یا پھر تن آسانی میں انسان ان بیش قیمت سعادتوں سے دانستہ یا نادانستہ پہلو تہی اختیار کر لیتا ہے۔

سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی مشہور حدیث ''من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه'' کے ذریعے پورے ماہِ رمضان میں قیامُ اللیل کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ اس ارشادِ نبوی سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ یہ عبادت پورے مہینے کی شب بیداری اور مسلسل تعلقِ بندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص چند مخصوص راتوں میں قیام کرے اور پھر اسے ترک

کر دے تو یہ وہ مطلوب کیفیت نہیں جس کی طرف شریعت رہنمائی کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اگر چہ چند راتیں صحابہ کے ساتھ باجماعت تراویح ادا فرمائیں، لیکن آپ ﷺ کی اپنی حیاتِ طیبہ اس بات کی شاہد ہے کہ آپ رمضان کی ہر رات اپنے پروردگار کے حضور قیام کرتے، طویل سجدوں میں ڈوب جاتے اور دل سوز مناجات سے ان لمحات کو نورانیت بخش دیتے۔

اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”**يحتمل أنه يريد قيام جميع لياليه، وأن من قام بعضها لا يحصل له ما ذكره من المغفرة، وهو الظاهر.**“ یعنی غالب امکان یہی ہے کہ اس حدیث میں رمضان کی تمام راتوں کے قیام کی طرف اشارہ ہے، اور جو شخص صرف بعض راتوں میں قیام کرے، وہ مذکورہ مغفرت کا مستحق نہیں بنتا اور یہی بات زیادہ ظاہر اور قرینِ قیاس ہے۔(سبل السلام 4/182)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”**قال: (مَنْ قَامَ رَمَضَانَ) يعني شهر رمضان، وهو يشمل كل الشهر، من أوله إلى آخره.**“ یعنی ”جس نے رمضان میں قیام کیا“ سے مراد پورا مہینہ ہے، اس کی ابتدا سے لے کر انتہا تک۔(شرح بلوغ المرام 3/290)

اسی طرح شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”**قيام رمضان يحصل بصلاة جزء من كل ليلة، كنصفها أو ثلثها، سواء كان ذلك بصلاة إحدى عشرة ركعة، أو ثلاث وعشرين، ويحصل القيام بالصلاة خلف إمام الحي حتى ينصرف، ولو في أقل من ساعة.**“ یعنی رمضان کا قیام اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ ہر رات کا کچھ حصہ نماز میں گزارا جائے، چاہے آدھی رات ہو یا ایک تہائی۔ خواہ گیارہ رکعتیں پڑھی جائیں یا تئیس، اور اگر کوئی اپنے محلے کے امام کے پیچھے نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تو قیام کا اجر حاصل ہو جاتا ہے، چاہے اس میں ایک گھنٹے سے بھی کم وقت لگے۔(فتاوی ابن جبرین 9/24)

ان اقوال کی روشنی میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رمضان المبارک کی برکتیں سمیٹنے کے لیے پورے مہینے میں قیام اللیل کا اہتمام مطلوب ہے۔ صرف چند دنوں کی تراویح پر اکتفا کر لینا انسان کو اس عظیم فضیلت سے محروم کر سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے افراد کو چاہیے کہ وہ ان ارشاداتِ اہلِ علم کے آئینے میں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں، اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور اس رجحان سے بچنے کی کوشش کریں جو بظاہر سہولت مگر حقیقت میں محرومی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔

البتہ شریعت کی وسعت اور اس کی رحمت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر مثلاً بیماری، سفر یا ناگزیر مجبوری کی بنا پر چند راتوں کا قیام نہ کر سکے، لیکن عذر کے زائل ہوتے ہی دوبارہ اس مبارک عمل کی طرف لوٹ آئے، تو ان شاء اللہ وہ اس فضیلت سے محروم نہیں ہوگا۔ امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”**(من قام رمضان) جميع لياليه، أو بعضها عند عجزه، ونيته القيام لولا المانع.**“ یعنی رمضان کی تمام راتوں میں قیام افضل ہے، لیکن اگر کوئی عاجزی یا مجبوری کے باعث بعض راتیں نہ پا سکے، اور اس کی نیت یہ ہو کہ رکاوٹ نہ ہوتی تو وہ ضرور قیام کرتا، تو وہ بھی اس سعادت کا امیدوار ہے۔(ارشاد الساری 3/425)

حقیقت یہ ہے کہ رمضان چند رسمی مظاہر کا نام نہیں بلکہ مسلسل بندگی، صبر آزما مجاہدے اور دل کی بیداری کا مہینہ ہے۔ اس کی راتیں محض گزر جانے کے لیے نہیں بلکہ سنور جانے کے لیے آتی ہیں۔ جو شخص ان شبوں کو عبادت کی روشنی سے جگمگا دیتا ہے، وہ دراصل اپنی تقدیر کے اوراق کو نور سے بھر دیتا ہے۔ پس دانشمندی اسی میں ہے کہ ہم سہولت کے فریب سے نکل کر استقامت کی راہ اپنائیں، تاکہ رمضان ہمارے لیے محض ایک یادگار نہ رہے بلکہ مغفرت، قربِ الٰہی اور روحانی بالیدگی کا سرچشمہ بن جائے۔

دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ تین، پانچ بلکہ دس اور پندرہ روزہ تراویح میں جس برق رفتاری اور عجلت کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی ہے، وہ بسا اوقات کلامِ الٰہی کے ادب و احترام کے منافی محسوس ہوتی ہے۔ اس اندازِ قرائت میں نہ تلاوت کا اصل مقصد نمایاں رہتا ہے اور نہ اس کی روح جلوہ گر ہو پاتی ہے۔ حالانکہ قرآن پڑھنے اور سننے کا بنیادی ہدف یہ ہونا چاہیے کہ اس کی آیات دل میں اتریں، عقل کو منور کریں اور زندگی کی راہوں کو روشن بنائیں۔

لیکن جب رمضان کی مبارک ساعتوں میں حافظ کی زبان سے آیات اس تیزی سے گزرتی ہیں کہ ”یعلمون تعلمون“ کی سی آواز تو سنائی دیتی ہے مگر معانی کی روشنی دل تک نہیں پہنچ پاتی، تو نہ قرائت میں وہ سرور باقی رہتا ہے اور نہ نماز کا خشوع وخضوع برقرار رہتا ہے۔ عبادت، جو سکونِ قلب کا سامان ہونی چاہیے تھی، کبھی کبھی بوجھل سی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی اس رجحان کے سنگین مفاسد میں سے ایک ہے۔

اس کے برعکس رسولِ اکرم ﷺ کی تلاوت کا انداز سراپا وقار، ٹھہراؤ اور حضوریِ قلب کا مظہر تھا۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”**يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا؛ إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ**“ یعنی آپ ﷺ نہایت ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے؛ جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح ہوتی تو اللہ کی پاکی بیان کرتے، دعا والی آیت آتی تو دستِ سوال دراز کرتے، اور پناہ مانگنے والی آیت پر پہنچتے تو اللہ کی پناہ طلب فرماتے۔(صحیح مسلم/772)

اس روایت میں آتا ہے کہ ایک ہی رات میں آپ ﷺ نے سورہ بقرہ، سورہ نساء اور سورہ آلِ عمران کی تلاوت فرمائی، مگر اس طویل قراءت کے باوجود انداز ایسا پُرسکون اور اطمینان بخش تھا کہ ہر آیت گویا دل کے دروازے پر دستک دیتی محسوس ہوتی۔

اب ذرا اس اسوۂ نبوی ﷺ کو سامنے رکھیے اور پھر اپنے عہد کی بعض مسجدوں کا

منظر دیکھیے، کیا قراءت میں وہ ٹھہراؤ نظر آتا ہے؟ یہ تو دور کی بات، کیا ہمیں اکثر کوئی آیت سمجھ میں آتی ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ پوری توجہ اور محنت کے باوجود مقتدی یہ جاننے سے قاصر رہتے ہیں کہ قاری صاحب اس وقت کہاں تلاوت فرما رہے ہیں؟ حقیقت یہی ہے کہ یہ اندازِ تلاوتِ قرآن کے شایانِ شان نہیں، اور اس سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

سرعتِ قرائت کے مسئلے پر شیخ ابنِ عثیمین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے نہایت متوازن رہنمائی فرمائی: ''**السرعة نوعان: سرعة يلزم منها إسقاط بعض الحروف أو الحركات: فهذه لا تجوز .وسرعة أخرى مع المحافظة على الكلمات والحروف والإعراب: فهذه جائزة**''یعنی رفتار کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں جلدی کے باعث حروف یا حرکات ساقط ہونے لگیں، یہ جائز نہیں۔ اور دوسری وہ جس میں الفاظ، حروف اور اعراب کی پوری حفاظت کی جائے، یہ درست ہے۔ (فتاویٰ نور علی الدرب 5/2)

ہماری مساجد میں عام طور پر حفاظ کرام پچیس یا ستائیس دنوں میں قرآن مکمل کرتے ہیں، اور اس کے باوجود کبھی کبھی رفتار تیز محسوس ہوتی ہے۔ اب ذرا تصور کیجیے کہ پانچ، دس یا پندرہ دنوں میں ختم کرنے والے کس عجلت سے پڑھتے ہوں گے! جن لوگوں کو ایسی تراویح میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ بعض اوقات آیت کے آخری لفظ کو ذرا کھینچ دیا جاتا ہے تاکہ ختم کا گمان ہو جائے، مگر باقی آیت گویا سماعت کی گرفت میں آ ہی نہیں پاتی۔ یہ طرزِ عمل کم از کم ادبِ قرآن کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں۔

قرآن محض الفاظ کا مجموعہ نہیں؛ یہ ہدایت کا چراغ، دلوں کی بہار اور روحوں کی غذا ہے۔ اسے اس طرح پڑھا اور سنا جانا چاہیے کہ ہر حرف میں وقار ہو، ہر آیت میں تاثیر ہو اور ہر وقفے میں فکر کی دعوت۔ پس دانش مندی اسی میں ہے کہ ہم کثرت پر کیفیت کو ترجیح دیں، رفتار پر تدبر کو مقدم رکھیں، اور تلاوت کو ایسی سنجیدگی عطا کریں جو دلوں کو بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنا اسلام کی نمایاں شعائر میں سے ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے اس قدر تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو مسجد میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے کی تلقین کی ہے کہ اگر کوئی شخص اذان کی آواز سنتا ہو تو اس کے لیے مسجد کا رخ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ بلا عذر گھر میں نماز ادا کرنے سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے، مگر جماعت سے محرومی اسے گناہ کے دائرے میں داخل کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے امت کو اجتماعی عبادت کی طرف متوجہ فرمایا اور مسجد کو مسلمانوں کی دینی و روحانی زندگی کا مرکز بنایا۔

اس حقیقت کو اس مشہور حدیث کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مجھے مسجد تک لے جانے والا کوئی نہیں، لہٰذا مجھے اجازت دیجیے کہ میں گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کروں۔'' ابتدا میں آپ ﷺ نے انہیں رخصت عطا فرما دی، مگر جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے انہیں دوبارہ بلایا اور دریافت فرمایا: ''کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اس کا جواب دو (یعنی مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرو)۔'' (صحیح مسلم/653)

یہ حدیث جماعت کی اہمیت کو نہایت واضح انداز میں اجاگر کرتا ہے کہ ایک معذور شخص کو بھی، جب وہ اذان سن سکتا تھا، مسجد آنے کی ترغیب دی گئی۔

اب جب ہم اس اصول کی روشنی میں اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک نیا رجحان سامنے آتا ہے۔ فلیٹوں، کوٹھیوں، گھروں یا ان کی چھتوں پر باجماعت نمازوں خصوصاً عشائکا اہتمام کر لیا جاتا ہے، اور عموماً اسی مقام پر تراویح بھی ادا کی جاتی ہے۔ یہاں ایک سنجیدہ سوال جنم لیتا ہے: کیا اس طرزِ عمل کو درست قرار دیا جا سکتا ہے؟ جماعت کی مشروعیت کے پسِ پردہ جو حکمتیں ہیں مسلمانوں کی باہمی مواسات، غمگساری، انکسار، مساوات اور نفس کے غرور کا خاتمہ، کیا وہ اس محدود اور نجی اجتماع میں پیدا ہو سکتی ہیں؟

پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ کیا ایک عارضی مصلّٰی کو مسجد کا درجہ دیا جا سکتا ہے، جہاں مستقل طور پر جماعت قائم ہونے لگے؟ اگر ہر صاحبِ استطاعت اپنی الگ جماعت بنانے لگے، تو کیا اس سے مساجد کی عظمت و مرکزیت متاثر نہ ہوگی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ دینداری کے جذبے میں، یا بسا اوقات معاشی برتری کے احساس میں، ہم انجانے میں مساجد کے تقدس کو کمزور کر رہے ہوں؟ ان سوالات پر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے، مبادا وہ اعمال جنہیں ہم عبادت سمجھ کر انجام دے رہے ہیں، مسلمانوں کی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کے سبب ہمارے لیے باعثِ وبال بن جائیں۔

مزید برآں، رسول اللہ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں فرمایا: ''**إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ**''یعنی جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے، اس کے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ (سنن نسائی/1364، سنن ترمذی/806، سنن ابوداود/1375، سنن ابن ماجہ/1327، شیخ البانی نے اسے صحیح نسائی میں صحیح قرار دیا ہے۔)

ہم جانتے ہیں کہ عام دنوں میں نفل قیام اللیل گھر میں ادا کرنا افضل ہے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں ایک حجرہ بنایا- راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: چٹائی سے- پھر آپ

نے اس میں چند راتیں نماز ادا کیں۔ آپ کے بعض صحابہ بھی آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ جب آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ بیٹھ رہے (باہر تشریف نہ لائے)، پھر ان کے پاس باہر آ کر فرمایا: ''قَدْ عَرَفْتُ الذي رَأَيْتُ مِن صَنِيعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ في بُيُوتِكُمْ، فإنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الـمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إلَّا المَكْتُوبَةَ ''یعنی میں نے تمہارا یہ عمل دیکھ لیا ہے۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو، کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں ادا کرے۔ (صحیح بخاری/ 731، سنن نسائی/ 1599، مسند احمد/ 21603)

لیکن ماہِ رمضان میں امام کے ساتھ تراویح پڑھنے کی خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی سابقہ حدیث میں ہے۔ یہاں ایک اور پہلو قابلِ توجہ ہے: بعض مقامات پر ایک حافظ کو محض تراویح پڑھانے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے، حالانکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ نماز کے مسائل سے پوری طرح واقف نہیں ہوتا یا اس قدر تیز رفتاری سے تلاوت کرتا ہے کہ مقتدیوں کو یہ بھی احساس نہیں ہو پاتا کہ کون سی آیات پڑھی جا رہی ہیں۔ مزید یہ کہ وہ محلے کی مسجد کا امام بھی نہیں ہوتا۔ تو کیا ایسی صورت میں مذکورہ فضیلت پوری طرح حاصل ہو سکے گی؟

اہلِ علم کی ایک جماعت نے یہ وضاحت کی ہے کہ مسجد سے باہر باجماعت تراویح ادا کرنے والے افراد بھی اس فضیلت کے مستحق ہو سکتے ہیں، مگر اس کے لیے شرعی عذر یا حقیقی مجبوری کا پایا جانا ضروری ہے، مثلاً مسجد میں جگہ کی کمی ہو، یا کچھ لوگ ناگزیر مصروفیات جیسے طلبِ علم کی نائٹ کلاسز میں مشغول ہوں۔ لیکن بلا عذر مسجد سے ہٹ کر جماعت قائم کرنا اس فضیلت سے محرومی کا سبب بن سکتا ہے۔

لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم مساجد سے اپنا تعلق مضبوط کریں، انہیں اپنی عبادتوں کا محور بنائیں اور اجتماعیت کے اس حسین نظام کو برقرار رکھیں جو اسلام کی روح ہے۔ اخلاص کے ساتھ مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم نہ صرف عبادت ہے بلکہ امت کے اتحاد، مساوات اور دینی تشخص کی حفاظت کا بھی ضامن ہے۔

بعض مقامات پر ایک نہایت تشویشناک رجحان دیکھنے میں آ رہا ہے کہ بعض حفاظِ کرام کسی ایک مقام پر پانچ، سات یا دس دن تک تراویح پڑھانے کے بعد کسی دوسرے فلیٹ یا نجی اجتماع میں جا کر متعین مدت کے لیے معاوضہ لے کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ اس طرح چند روزہ یا عشرہ وار تراویح کی یہ عارضی مجالس بسا اوقات ایک ایسی سنگین برائی کو جنم دیتی ہیں جو اپنے اندر متعدد مفاسد سمیٹے ہوئے ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ طرزِ عمل کہیں ''اکلُ المال بالقرآن'' (قرآن کے ذریعے مال کمانا) کے زمرے میں تو داخل نہیں ہو جاتا؟ خصوصاً جب عبادت کا یہ پاکیزہ عمل تجارت کی سی صورت اختیار کرنے لگے اور ماہِ رمضان- جو تقویٰ، اخلاص اور ایثار کا مہینہ ہے- محض کمائی کا ایک سنہرا موقع دکھائی دینے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ''(سورۃ البقرۃ/ 41) یعنی اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ قرآن اور دینی علوم کی تعلیم پر اجرت لینے کے مسئلے میں اہلِ علم کے درمیان قدیم اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام زہری اور احناف نے اسے ناپسند کیا اور دلیل دی کہ تعلیمِ قرآن ایک ایسا فریضہ ہے جس میں نیت تقرب اور اخلاص بنیادی شرط ہے، لہٰذا اس پر اجرت لینا نماز اور روزے پر اجرت لینے کے مشابہ ہے۔

اس کے برعکس امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابوثور اور جمہور علماء نے اسے جائز قرار دیا اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا: ''إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُم عَلَيْهِ أَجْراً كِتَابُ الله ''یعنی تم جن چیزوں پر اجرت لو، ان میں سب سے زیادہ حق دار کتاب اللہ ہے۔ (صحیح بخاری)

یہ ایک صریح نص ہے جو اس جواز پر مضبوط دلیل فراہم کرتی ہے۔ مزید یہ کہ نماز اور روزہ ایسی عبادات ہیں جن کا فائدہ صرف ادا کرنے والے تک محدود رہتا ہے، جبکہ تعلیمِ قرآن کا نفع دوسروں تک بھی پہنچتا ہے؛ اسی لیے اس پر اجرت کو جائز کہا گیا۔ (تفسیر قرطبی 1/ 335)

یہاں مقصود اس فقہی بحث کو چھیڑنا نہیں کہ تعلیم، امامت یا خطابت پر تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اصل تشویش اس ذہنیت پر ہے جس میں تراویح ایک روحانی خدمت کے بجائے ''ڈیل'' اور ''معاملہ'' بننے لگے، اور ایک ہی حافظ ماہِ رمضان میں محض مالی منفعت کی خاطر چند چند دن مختلف مقامات پر پڑھانے کے لیے دوڑتا پھرتا رہے۔ یہ طرزِ فکر عبادت کی روح یعنی اخلاص کو مجروح کر سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کا امام مقرر کرتے ہوئے نصیحت فرمائی: ''أنتَ إمامُهُم واقتدِ بأضعفِهِم واتَّخذ مؤذِّنًا لا يأخذُ علَى أذانِهِ أجرًا ''یعنی اپنی قوم کی امامت کرو، کمزور ترین لوگوں کا خیال رکھو، اور ایسا مؤذن مقرر کرو جو اذان پر اجرت نہ لے۔ (سنن ابوداود/ 531، سنن نسائی/ 672، شیخ البانی نے صحیح نسائی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اس ارشاد میں عبادت کے منصب کو دنیاوی حرص سے پاک رکھنے کی لطیف رہنمائی موجود ہے۔

یقیناً اگر کوئی شخص کسی مسجد کا امام ہے یا باقاعدہ طور پر تراویح پڑھا رہا ہے اور اس کے لیے وظیفہ مقرر ہے، تو اس میں کلام کی گنجائش کم رہ جاتی ہے؛ کیونکہ وہ اپنی خدمتِ دین کے لیے وقت اور صلاحیت صرف کر رہا ہے۔ لیکن جب یہی عمل حد سے بڑھ کر ایک طرح کی کاروباری صورت اختیار کر لے کہ ایک رات میں کئی مقامات کی امامت،

پیشگی معاملات، اور مالی سودے بازی ہونے لگیتو یہ ضرور غور وفکر کا مقام ہے۔

رمضان دراصل خود احتسابی کا مہینہ ہے۔ یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ قرآن محض تلاوت کی آواز نہیں بلکہ ہدایت کی امانت ہے، اور اس کی خدمت ایک سعادت بھی ہے اور ذمہ داری بھی۔ اگر اس خدمت میں اخلاص شامل رہے تو معمولی عمل بھی عند اللہ عظیم بن جاتا ہے، لیکن اگر نیتوں میں دنیا کا غبار آجائے تو بڑے سے بڑا عمل بھی اپنی چمک کھودیتا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حفاظِ کرام اپنی عظیم ذمہ داری کا احساس کریں، اور معاشرہ بھی ان کی قدر کرتے ہوئے انہیں ایسے حالات فراہم کرے کہ وہ دین کی خدمت خلوص اور وقار کے ساتھ انجام دے سکیں۔ عبادت جب اخلاص سے مزین ہو تو نور بن جاتی ہے، اور جب مفاد سے آلودہ ہو تو اپنی تاثیر کھونے لگتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

آخری بات نہایت اہم اور قابلِ توجہ یہ ہے کہ تن آسانی کے باعث-خواہ دانستہ ہو یا غیر دانستہ-پندرہ روزہ، دس روزہ یا سات روزہ تراویح کا جو رواج بعض مقامات پر پیدا ہو گیا ہے، اس کی سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ لوگ ان چند ایام میں تراویح ادا کر کے اپنے آپ کو گویا اس عبادت کی ذمہ داری سے سبک دوش سمجھنے لگتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ احساس جاگزیں ہوجاتا ہے کہ چونکہ قرآنِ کریم کا ختم تراویح میں ہو چکا، لہٰذا اب مزید تراویح پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس طرزِ فکر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی عظیم الشان فضیلتوں سے محروم ہوجاتا ہے، حالانکہ یہی وہ مبارک عشرہ ہے جس میں شبِ قدر جیسی بے مثال اور ہزار مہینوں سے بہتر رات عطا کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا معمولِ مبارک یہ تھا کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ پوری رات عبادت میں مشغول رہتے، اپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار فرماتے اور عبادت و ریاضت میں غیر معمولی جدوجہد اختیار کرتے۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ’’كَانَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ إِذَا دَخَلَ العَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ‘‘ یعنی جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ جلوہ گر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے، راتوں کو قیام و مناجات سے معمور فرماتے اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی ان مبارک لمحات سے فیض یاب ہونے کے لیے بیدار رکھتے۔ (صحیح بخاری/2024، صحیح مسلم/1174)

یہ طرزِ عمل اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ شبِ قدر کی تلاش اور آخری عشرے کی عبادت مؤمن کی زندگی کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔

قابلِ غور مقام یہ ہے کہ جس عشرے میں رسول اللہ ﷺ کی یہ کیفیت ہوتی تھی، اسی کے مقابلے میں امت کے بعض افراد اس عشرے سے پہلے ہی تراویح ختم کر کے باقی دنوں کو عام ایام کی طرح گزارنے لگتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے کہ انسان جانتے بوجھتے شبِ قدر جیسی بابرکت رات کی شب بیداری سے محروم رہ جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلط رویّوں کی نحوست انسان کو نہ صرف نیکیوں سے دور کرتی ہے بلکہ نیکی کے مواقع پر بھی پردہ ڈال دیتی ہے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ شبِ قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے۔ پس مؤمن کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ پورے رمضان خصوصاً آخری عشرے کو عبادت، تلاوت، ذکر و دعا اور اعتکاف جیسے اعمال سے مزین کرے، تاکہ وہ اس عظیم رات کی برکتوں سے حقیقی معنوں میں بہرہ مند ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا مستحق ٹھہرے۔

حقیقت یہ ہے کہ رمضان کا پیغام جلد بازی نہیں بلکہ ٹھہراؤ ہے، محض تکمیل نہیں بلکہ تاثیر ہے، اور صرف تعداد نہیں بلکہ کیفیت ہے۔ عبادت کی اصل روح خشوع، تدبر اور اخلاص میں پوشیدہ ہے، نہ کہ اس بات میں کہ کتنی تیزی سے ایک عمل کو مکمل کیا گیا۔ جب عبادت محض رسم بن جائے اور اس کی روح پسِ پشت چلی جائے تو وہ اپنے مطلوبہ اثرات کھو دیتی ہے۔

لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم رمضان کی حقیقی روح کو سمجھیں، عبادتوں کو ان کے اصل مقصد کے ساتھ ادا کریں، اور اس مبارک مہینے کو محض ظاہری سرگرمیوں تک محدود نہ ہونے دیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رمضان تربیت کا مہینہ ہے، تبدیلی کا پیغام ہے، اور بندے کو اپنے رب سے جوڑنے کا ایک نادر موقع ہے۔ اگر ہم اس موقع سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھائیں، تو یہی مہینہ ہماری زندگیوں میں ایک ہمہ گیر روحانی انقلاب برپا کرسکتا ہے۔

☆☆☆

مدرسہ دار التعلیم کھیدو پورہ مئو میں اختتامی تقریب کا انعقاد: معروف تعلیمی ادارہ مدرسہ دار التعلیم کھیدو پورہ مئو میں گزشتہ روز اختتامی تقریب وتقسیمِ انعامات کا انعقاد کیا گیا، جس میں طلباء کی حوصلہ افزائی کی گئی۔اس پروگرام کی صدارت جماعت کے بزرگ عالم دین، شیخ الحدیث حضرت مولانا محفوظ الرحمن فیضی حفظہ اللہ نے فرمائی، پرنسپل ڈاکٹر عبدالحسن تیمی نے مدرسہ کا جامع تعارف پیش کرتے ہوئے تمام حاضرین بالخصوص مہمانان کو خوش آمدید کہا۔امسال ادارے سے سات بچوں نے ناظرہ ختم کیا، پانچ طلبہ نے حفظ قرآن کی تکمیل کی اور سترہ سند عالمیت سے سرفراز ہوئے۔مولانا رفیق احمد سلفی استاد جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو وامیر شہری جمعیت اہل حدیث مئو نے حفظِ قرآن کریم اور ناظرہ مکمل کرنے والے خوش نصیب طلباء کو اپنے ناصحانہ کلمات سے نوازا۔ پروگرام کے مقرر خصوصی مولانا شاہد جمال ندوی استاد جامعہ اثریہ دار الحدیث مئو نے تعلیم کی اہمیت وافادیت اور تعلیمی بیداری کے عنوان سے نہایت بصیرت افروز گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو علم کے لیے ترغیب اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

جماعتی خبریں

ڈاکٹر عبدالمنان مدنی استاد جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو نے اپنے تاثراتی کلمات میں مدرسہ کی تعلیمی خدمات کو سراہا اور طلباء کے روشن مستقبل کے لیے دعائیں دیں۔ شیخ الحدیث مولانا محفوظ الرحمن فیضی نے صدارتی خطاب میں طلبہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اساتذہ اور سرپرستوں کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ نئی نسل کی صحیح خطوط پر تربیت ہی قوم کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ پروگرام میں تکمیل حفظ قرآن وناظرہ قرآن کے طلبہ کی دستار بندی وانعامات، تمام کلاسوں میں پوزیشن لانے والے اور مسابقات میں پوزیشن لانے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا، انعامات میں لنچ باکس، جیومیٹری باکس، کاپیاں اور اسٹیشنری کے دیگر سامان شامل رہے، عالمیت سال آخر کے بچوں کو بطور یادگار شال اور کتابوں سے نوازا گیا۔

پروگرام میں خصوصی طور پر صدر مجلس منتظمہ محمد خالد، ناظم اعلیٰ الحاج محمد زکریا، نائب ناظم الحاج عبدالودود، خازن ابوفیصل، رکن محفوظ الرحمن، حضرت مولانا سہیل احمد مدنی، الحاج ظفر اقبال کراؤن، جامعہ فیض عام کے ناظم اعلیٰ محمد انس، ابواشعر فہیم مدیر مکتبہ الفہیم، حذیفہ شاہد مینیجر مکتبہ دار السلام، ماسٹر فواد محفوظ، ماسٹر عبدالبر اور مولوی عمر الفاروق کے علاوہ مدرسہ کے جمیع اساتذہ، سابق اساتذہ، بچوں کے سرپرست اور علاقہ کے لوگوں نے شرکت کی۔ پروگرام کی نظامت مولانا ضیاء افضل فیضی مدرس مدرسہ ہذا نے کی۔ ☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۰ کا)

رمضان المبارک کا مہینہ جس میں اللہ تعالیٰ دعا کو رد نہیں کرتا ہے بلکہ قبول کر لیتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک روزہ دار کے لیے افطار کے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو رد نہیں کی جاتی۔اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں بالخصوص روزہ دار کی دعا کو خاص شرف حاصل ہے، خصوصاً افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔اسی لیے رمضان کو ذکر، دعا اور اللہ سے مانگنے کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان پاکر بھی مغفرت نہ حاصل کرنے والے شخص کو سخت تنبیہ فرمائی ہے: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے (یعنی وہ ناکام ومحروم ہو) جس نے رمضان کا مہینہ پایا، پھر وہ مہینہ گزر گیا اور اس کی مغفرت نہ ہوسکی۔

رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوب اہتمام کرتے تھے- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے اور عبادت کے لیے کمر کس لیتے تھے۔صحیح البخاری: (2024) صحیح مسلم: (1174)

رمضان المبارک کی راتوں میں ایک ایسی بابرکت رات بھی آتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے۔اس رات کی عظمت وفضیلت کو اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ مجید میں بیان فرمایا ہے: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1) وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (سورہ القدر) بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اسی رات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(صحیح بخاری (۲۰۱۴)، صحیح مسلم (۷۶۰))

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ ہے۔اس کا مقصد دنیاوی مشاغل سے یکسو ہو کر اللہ کی عبادت، ذکر، دعا اور توبہ میں مشغول ہونا اور لیلۃ القدر کی تلاش ہے۔ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ (البقرہ: 187) اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو (بیویوں سے) مباشرت نہ کرو۔یہ آیت مسجد میں اعتکاف کی مشروعیت پر واضح دلیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔(صحیح بخاری 2026، صحیح مسلم 1171) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔(صحیح مسلم 1169)

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا مہینہ ہے، جس میں نیکی کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں؛ خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں ایمان، اخلاص اور عمل کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کر لے۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ نصیب فرمائے اور اس میں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ "المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ" میں نئے تعلیمی کلینڈر (2026-2027) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

30/ مارچ 2026ء مطابق 10/ شوال المکرم 1447ھ بروز پیر تا 4/ اپریل 2026ء

مطابق 15/ شوال المکرم 1447ھ بروز هفته داخلہ لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل (سند فضیلت یافتہ) ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مکھیہ/کونسلر کی طرف سے تصدیق لازمی ہے ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ: 25/ مارچ 2026ء 5 شوال المکرم 1447ھ بروز بدھ

اپنی درخواست مع تصدیقات ونقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

"المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة"

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011- 23273407، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم وتربیت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292